
خلائی ایڈونچر سیریز
۲
سیارہ اوٹان کا زمین پر حملہ
لاش چل پڑی
اے۔ حمید
جاگو جگاؤ
نونہال ادب

خلائی ایڈونچر سیریز دوسرا حصّہ

لاش چل پڑی

اے حمید

نونہال ادب

ہمدرد فاؤنڈیشن پریس، کراچی

مجلسِ ادارت

حکیم محمد سعید

مسعود احمد برکاتی

رفیع الزّماں زبیری

ناشر : ہمدرد فاؤنڈیشن پریس ، ہمدرد سنٹر ناظم آباد، کراچی

اشاعت : ۱۹۹۱

تعداد اشاعت : ۲۰۰۰

قیمت : ۱۰ روپے

نونہال ادب کی کتابیں "نہ نفع نہ نقصان" کی بنیاد پر شائع کی جاتی ہیں۔

پیش لفظ

تلاش اور جستجو انسان کی فطرت ہے۔ قرآن حکیم میں بار بار تاکید کی گئی ہے کہ اپنے چاروں طرف نگاہ ڈالو اور دیکھو اللہ تعالیٰ نے کیسی کیسی چیزیں پیدا کی ہیں۔ زمین، آسمان، چاند، سورج، ستارے اور سیّارے، پہاڑ اور دریا، چرند اور پرند، پھول اور پھل۔ یہ سب اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیاں ہیں۔

اللہ کی پیدا کی ہوئی چیزوں میں انسان ہی وہ مخلوق ہے جسے عقل اور سمجھ عطا کی گئی ہے۔ اُسے چیزوں کو دیکھنے، سمجھنے اور پرکھنے کی قوّت اور صلاحیت دی گئی ہے تاکہ وہ کائنات کی بے شمار چیزوں سے، جو اُسی کے لیے پیدا کی گئی ہیں، فائدہ اُٹھائے اور وہ بُلند مقام حاصل کرے جو اس کا مقدّر ہے۔ اللہ کی عطا کی ہوئی صلاحیتوں سے کام لینے کے لیے علم حاصل کرنا ضروری ہے۔

علم سائنس ہے۔ بٹن دبا کر گھروں اور شہروں کو روشن کرنے سے لے کر چاند تک پہنچنے کا گُر ہمیں سائنس ہی نے سکھایا ہے۔ ایک چھوٹا سا حقیر بیج کیسا زبردست، تناور درخت بن جاتا ہے، پھولوں میں رنگ کہاں سے آتے ہیں، انسان غذا کیسے ہضم کرتا ہے، اُس کے بدن میں خُون کیسے دوڑتا ہے، بھاری بھرکم جہاز ٹنوں وزن لے کر سمندر میں ڈوبتے کیوں نہیں، دیو پیکر طیّارے ہوا میں کیسے اُڑتے چلے جاتے ہیں۔ چاند، سورج

اور سیّارے خلا میں کیسے گردش کر رہے ہیں۔ یہ سب ہم نے سائنس ہی کے ذریعہ سے جانا ہے۔ انسان سائنس ہی کے ذریعہ سے چاند پر پہنچا ہے، اُس کے بنائے ہوئے راکٹ ہمارے نظامِ شمسی کے آخری کناروں کو چھونے والے ہیں۔

اپنی دُنیا اور اپنی دُنیا سے باہر انسان کی یہ تلاش و جستجو مسلسل جاری ہے۔ سائنس کی ترقّی اُسے دم بہ دم آ گےبڑھائے چلی جا رہی ہے۔ کل کی کہانیاں آج کی حقیقتیں بن چکی ہیں۔ سائنس فکشن انسان کی قدرت کے چھُپے ہوئے راز جاننے کی خواہش کا اظہار ہے۔ اُڑن کھٹولا ماضی کی سائنس فکشن تھا۔ آج یہ ہوائی جہاز کی شکل میں حقیقت ہے۔ جولیس ورن کی سمندر کی تہہ میں مسلسل تیرنے والی "ناٹیلس" اب ایک افسانہ نہیں ایٹمی آب روز کی شکل میں ایک زندہ حقیقت ہے۔ کون کہہ سکتا ہے آج کی سائنس فکشن کل کی حقیقت نہ بن جائے۔

جب تک انسان تلاش و جستجو کے عمل میں رہے اور علم حاصل کرتا رہے
گا کہانیاں حقیقتیں بنتی رہیں گی۔

حکیم محمد سعید

شیبا موت کے پھندے میں

رات آدھی سے زیادہ گزر چُکی تھی۔

شہر کی سڑکیں خالی اور سُنسان تھیں۔ آسمان کو کالے کالے بادلوں نے ڈھانپ لیا تھا۔ لوگ اپنے اپنے گھروں میں مزے کی نیند سو رہے تھے۔ عمران ایک مشینی آدمی کی طرح ایک فُٹ پاتھ پر چلا جا رہا تھا۔ اس کی کمر میں خلائی مخلوق نے جو سیکرٹ کیپسول لگا دیا تھا وہ خلائی مخلوق کے سگنل

وصول کر کے عمران کے دماغ میں پہنچا رہا تھا اور عمران اُن سِگنلوں کے مطابق بڑھ رہا تھا۔ اس کی اپنی کوئی مرضی، اپنا کوئی ارادہ نہیں تھا۔ وہ خلائی مخلوق کے چیف طوطم کے سگنل پر عمل کر رہا تھا۔ عمران کی یادداشت بھی بہت ہی مدہم پڑ چکی تھی۔ بھی یاد نہیں آ رہا تھا کہ وہ کون ہے اور شیبا اس کی چچازاد بہن اور کالج کی ساتھی۔ ہے اور اِن دونوں نے خلائی مخلوق کے قاتل مشن کو تباہ و برباد کرنے کا پروگرام بنایا تھا۔ اب وہ خود خلائی مخلوق کے کمپیوٹر سگنلوں کا غلام بن کر شیبا کو قابو کرنے جا رہا تھا تا کہ اسے کسی طرح سے ورغلا کر یا زبردستی اُٹھا کر شہر کے آسیبی قبرستان میں پہنچا دے جس کے ٹیلوں کے نیچے خلائی مخلوق نے زمین دوز لیبارٹری قائم کر رکھی تھی اور جہاں طوطم چیف کمپیوٹر کے آگے بیٹھا اس کے سگنلوں کے ذریعہ سے عمران کو آگے چلا رہا تھا۔

خلائی مخلوق ہمارے نظامِ شمسی سے بھی آگے کسی دوسرے نظامِ شمسی کے سیّارے سے ہماری زمین پر اُتر آئی تھی اور ان کا مقصد اس دُنیا کے ہر شہر میں سے قابل ماہرِ تعلیم اور سائنس دان لڑکوں اور لڑکیوں کو اغوا کر کے اپنے سیّارے پر پہنچانا اور اِس کے بعد دُنیا کے ہر بڑے شہر میں کمپیوٹر نیوکلیائی بم نصب کر کے اُنہیں تباہ کرنا تھا۔ عمران نے اپنے کمپیوٹر پر اتّفاق سے اِس خلائی مخلوق کا خطرناک سگنل پکڑ لیا تھا اور پھر خلائی مخلوق کے ناپاک عزائم کو خاک میں ملانے کا منصوبہ تیّار کیا تھا۔ شیبا بھی اس کے ساتھ تھی۔ مگر دونوں خلائی مخلوق کے جال میں پھنس گئے۔ شیبا ایک کالے سانپ کی مدد سے فرار ہونے میں کام یاب ہو گئی مگر عمران نہ نکل سکا۔ پھر خلائی چیف طوطم نے اس کی ریڑھ کی ہڈّی میں ایک خلائی سیکرٹ کیپسول لگا دیا اور اب عمران اپنی شناخت بھول کر خلائی مخلوق کا تابع ہو چکا

تھا اور ان کے ہر حُکم پر عمل کر رہا تھا۔ اس وقت رات کے پونے دو بج رہے تھے عمران نیم روشن فٹ پاتھ پر چلتے ہوئے ایک پارک میں سے رُک گیا۔ سامنے شیبا کے ممّی ڈیڈی کی دو منزلہ کوٹھی تھی۔ عمران کوٹھی کے پیچھے آ کر پام کے ایک درخت کے نیچے رُک گیا۔ اس نے اپنی خالی خالی پتھرائی ہوئی آنکھیں اُٹھا کر شیبا کے کمرے کو دیکھا۔ شیبا کے کمرے کی بتّی بُجھی ہوئی تھی اور وہاں اندھیرا چھایا تھا۔ عمران کے کانوں میں خلائی چیف کی سرگوشی ہوئی۔ "عمران! ہماری دُشمن شیبا اپنے کمرے میں سو رہی ہے۔ اُسے جا کر اُٹھاؤ اور ورغلا کر آسیبی قبرستان میں لے آؤ۔ وہاں ہم اسے قابو میں کر لیں گے۔ آگے بڑھو۔ یہ میرا حُکم ہے۔ طوطم چیف کا حُکم ہے۔"

عمران کو اس کے ساتھ ہی ایک ہلکا سا جھٹکا لگا اور وہ کوٹھی کی دیوار پھاند

گیا۔ سامنے وہ برآمدہ تھا جہاں سے ایک زینہ کوٹھی کی دوسری منزل کو جاتا تھا۔ عمران نے رُک کر دائیں بائیں دیکھا۔ وہاں کوئی نہیں تھا۔ کوٹھی کے باغیچے میں اندھیرا چھا رہا تھا۔ چاروں طرف گہرا سنّاٹا تھا۔ دُور شہر کی کسی سڑک سے کسی ٹرک کے گزرنے کی آواز آئی اور پھر آہستہ آہستہ غائب ہو گئی۔ عمران زینہ چڑھ کر دوسری منزل پر آگیا۔ شیبا کے کمرے کا دروازہ اندر سے بند تھا۔ عمران نے آہستہ سے دروازے پر دستک دی۔ بہت اندر سے شیبا کی نیند میں ڈوبی ہوئی آواز آئی:

"کون ہے؟"

عمران نے دروازے کے ساتھ مُنہ لگا کر کہا:

"میں ہوں۔ عمران۔ دروازہ کھولو۔"

عمران کا نام سُنتے ہی شیبا نے کمبل ایک طرف پھینکا۔ ٹیبل لیمپ روشن کیا اور دوڑ کر دروازہ کھول دیا۔ اُس کے سامنے عمران کھڑا اُسے خالی خالی آنکھوں سے تک رہا تھا۔ شیبا نے اُسے دیکھا تو خوش ہو گئی۔ عمران کے مل جانے کی خُوشی کے جذبات اتنے جوش بھرے تھے کہ شیبا نے عمران کے چہرے پر آئی ہوئی تبدیلی کو پل بھر کے لیے بھی محسوس نہ کیا۔ وہ بے تابی سے بولی:

"عمران! تُم! اللہ کا شکر ہے کہ تُم خلائی قید خانے سے نکل آئے۔ اندر آ جاؤ۔ تمہاری امّی ابّو بھی بے پریشان ہیں۔ میں نے اُنہیں بتایا کہ قبرستان کے نیچے خلائی مخلوق کا خُفیہ ٹھکانا ہے، مگر میری بات پر کوئی یقین نہیں کرتا۔"



شیبا نے پلٹ کر دیکھا۔ عمران ابھی تک دروازے میں ہی کھڑا تھا۔ شیبا نے تعجّب سے کہا :

"اندر کیوں نہیں آتے عمران؟ کیا بات ہے؟ تُم۔۔۔ تُم مُجھے کُچھ بدلے بدلے سے لگتے ہو۔"

عین اُس وقت عمران کے کانوں میں خلائی چیف کی سرگوشی ہوئی :

"عمران! شیبا کے ساتھ ویسا ہی سلوک کرو جیسا تم پہلے کیا کرتے تھے۔"

اِس کے ساتھ ہی عمران مُسکرایا اور کمرے میں داخل ہو کر بولا :

"میں ابھی تک حیرت زدہ ہوں شیبا۔ مُجھے یقین نہیں آرہا کہ میں اُس ظالم خلائی مخلوق کی قید سے بھاگ نکلنے میں کامیاب ہو گیا ہوں۔"

شیبا نے دروازہ بند کر دیا اور ٹیلیفون کی طرف بڑھی :

"میں تمہارے امّی ابّو کو فون پر خوش خبری سُناتی ہوں کہ عمران آگیا ہے۔"

عمران نے آگے بڑھ کر شیبا کا بازو پکڑلیا۔

"نہیں شیبا۔ ابھی کسی کو میرے آنے کی خبر نہ دو۔"

شیبا نے محسوس کیا کہ عمران کی گرفت میں لوہے کے شکنجے جیسی سختی تھی۔ اِتنی سختی سے اُس نے کبھی شیبا کا بازو نہیں پکڑا تھا۔ شیبا نے تعجّب سے عمران کی طرف دیکھا۔ عمران نے اُس کا بازو چھوڑ دیا اور کہنے لگا:

"میری بات سمجھنے کی کوشش کرو شیبا۔ میرے آنے کی کسی کو خبر ہو گئی تو سب لوگ یہاں آجائیں گے اور ہم اپنے مقصد کو پورا نہ کر سکیں گے۔"

"کیا مطلب ہے تمہارا؟" شیبا نے آنکھیں جھپکاتے ہوئے پوچھا۔

عمران نے اسے خالی خالی نگاہوں سے دیکھتے ہوئے کہا:

"اِس وقت خلائی مخلوق کا زمین دوز تہہ خانہ بالکل خالی پڑا ہے۔ میں جب جان بچا کر وہاں سے فرار ہونے لگا تھا تو طوطم چیف اپنے دونوں آدمیوں کے ساتھ اپنے سیّارے پر جانے کی تیّاریاں کر رہا تھا۔ اِس وقت تک تینوں خلائی آدمی جا چکے ہوں گئے۔ تُم فوراً میرے ساتھ چلو۔ یہ بڑا سنہری موقع ہے۔ ہم اُن لوگوں کی دونوں لیبارٹریز میں آگ لگا کر اُنہیں تباہ کر سکتے ہیں۔ اگر ہم نے پولیس کو خبر کی تو وہ دیر لگا دے گی اور مُمکن ہے اس دوران خلائی مخلوق اپنے سیّارے سے واپس آ جائے۔"

شیبا کے تو وہم و گمان میں بھی یہ بات نہیں تھی کہ عمران خلائی مخلوق کے ساتھ مل چکا ہے اور اُن کے اِشاروں پر کام کر رہا ہے۔ وہ بھلا کیسے عمران کی باتوں پر اعتبار نہ کرتی؟ اُس نے کہا:

"لیکن عمران ہم آگ کیسے لگائیں گے؟ ہمارے پاس تو ڈائنامائٹ بھی

نہیں ہے۔"

عمران بولا۔ "سب کُچھ خلائی کمین گاہ میں موجود ہے۔ میں اکیلا نہیں کر سکتا تھا اِس لیے تمہیں لینے آیا ہوں۔ بس اب باتیں نہ کرو اور میرے ساتھ چلو۔ دیر نہ کرو۔"

شیبا تو عمران کو وہی پہلے والا اپنا ساتھی عمران ہی سمجھ رہی تھی۔ اُس کے ساتھ چلنے فوراً تیّار ہو گئی۔ عمران اُسے ساتھ لے کر کوٹھی سے باہر آگیا۔ شیبا کہنے لگی۔

"پچھلی سڑک پر ہمیں ٹیکسی وغیرہ مل جائے گی عمران۔"

عمران اپنی پتھرائی ہوئی خلائی آنکھوں سے اندھیرے میں دُور سڑک پر نظر آنے والی روشنی کو دیکھ رہا تھا۔ بولا:

"ہاں اِسی سڑک پر چلو۔ "

وہ پارک میں سے گزر کر سڑک پر آ گئے۔ عمران بالکل سیدھا ہو کر ایسے چل رہا تھا جیسے کوئی مشینی روبوٹ چل رہا ہو۔ شیبا اُس کی چال میں اِس تبدیلی کو محسوس کرتے ہوئے بولی :

"عمران !کیا بات ہے۔ تُم اِس طرح بالکل سیدھے ہو کر کیوں چل رہے ہو؟"

عمران نے آہستہ سے کہا :

"میری گردن میں اِن لوگوں نے انجکشن لگائے تھے اُس کی وجہ سے گردن میں درد ہو رہا ہے۔"

شیبا کو تو شُبہ ہو ہی نہیں سکتا تھا۔ کہنے لگی :

”کیا تمہیں معلوم ہے کہ خلائی مخلوق نے مُجھے بھی قید کر لیا تھا؟ میں تو بڑی مُشکل سے کل ہی فرار ہو کر آئی ہوں۔ اور عمران عجیب بات ہے۔ ایک کالے سانپ نے میری مدد کی تھی۔ وہ سانپ آدمیوں کی طرح بات بھی کرتا تھا۔ تم ناں عمران سُن رہے ہو؟“

عمران سُن رہا تھا۔ مگر اُسے کالا سانپ یاد نہیں آیا تھا جس نے اُس کو ڈسا نہیں تھا۔ اُس کے دماغ میں صرف ایک ہی خیال تھا کہ شیبا خُفیہ تہہ خانے سے بھاگ آئی ہے اور اِسے دوبارہ واپس تہہ خانے میں لے جانا ہے۔ اُس کی کمر میں لگا ہوا سیکرٹ کیپسول طوطم چیف کے سگنل وصول کر کے اُنہیں عمران کے دماغ میں برابر پہنچا رہا تھا۔ کسی وقت عمران کے کان میں طوطم کی سرگوشی بھی سُنائی دیتی۔

”عمران! شاباش! اِسے لے کر آسیبی قبرستان میں آ جاؤ۔ ہم لوگ شیبا کا

انتظار کر رہے ہیں۔" عمران نے شیبا کی طرف دیکھے بغیر کہا :

"ہاں شیبا، مُجھے معلوم ہے کہ تُم بھی پکڑ لی گئی تھیں اور فرار ہونے میں کامیاب ہو گئیں۔"

شیبا نے کسی قدر تعجّب سے پوچھا :

"عمران! تُم میری طرف دیکھتے کیوں نہیں ہو؟ اور تمہاری آواز بھی کُچھ بدلی ہوئی ہے۔"

عمران نے جلدی سے کہا :

"میری گردن میں درد ہے جس سے گلا بیٹھ گیا ہے اور میں اِس وقت کوئی ٹیکسی دیکھ رہا ہوں۔ تمہاری طرف دیکھنے کی فُرصت نہیں۔"

شیبا مُسکرائی۔ اُس کے دِل میں عمران کی طرف سے اب بھی کوئی شک

پیدا نہیں ہوا تھا۔ سامنے کی جانب سے ایک خالی ٹیکسی آئی تو شیبا نے اُسے ہاتھ دے کر روک لیا اور ڈرائیور سے کہا :

"بھائی! ہمیں سامنے والے ٹیلوں تک لے چلو۔ وہاں ہماری ماں بیمار پڑی ہے۔ اُسے ہسپتال لے جانا ہے۔"

ڈرائیور بولا۔ "وہاں تو آسیبی قبرستان ہے۔ میں اُدھر نہیں جا سکتا۔"

وہ گاڑی بڑھانے ہی لگا تھا کہ عمران نے کہا :

"میں تمہیں ایک سو روپے دوں گا۔ تُم قبرستان سے پیچھے ہی ہمیں اُتار دینا۔"

ڈرائیو سو روپے کے لالچ میں آ گیا۔ دونوں ٹیکسی میں بیٹھ گئے اور ٹیکسی قبرستان کے ٹیلوں کی طرف روانہ ہو گئی۔ فاصلہ ایک ڈیڑھ میل کا ہی تھا۔

ٹیکسی سڑک سے اُتر کر ویران سنگلاخ اور اندھیرے میدان میں جھاڑیوں کے قریب سے گُزر رہی تھی کہ اچانک اُس میں کوئی خرابی پیدا ہو گئی اور وہ رُک گئی۔ عمران نے سختی سے پوچھا :

"گاڑی کیوں روک دی ؟"

اِتنی کرخت آواز شیبا نے عمران کے مُنہ سے پہلے کبھی نہیں سُنی تھی۔ وہ کُچھ ڈر سی گئی۔ ڈرائیور نے کہا :

"بھائی صاحب! انجن خراب ہو گیا ہے۔ میں کیا کر سکتا ہوں۔"

عمران نے دروازہ کھول دیا اور شیبا سے کہا :

"شیبا! ٹیکسی چھوڑ دو۔ ہم پیدل ہی چلیں گے۔ ہمیں دیر نہیں کرنی چاہیے۔"

شیبا کو زندگی میں پہلی بار اندھیری رات میں عمران کے ساتھ آسیبی قبرستان کی طرف جاتے ہوئے خوف محسوس ہوا۔ مگر فوراً ہی اس نے یہ سوچ کر اپنا خوف دور کر دیا کہ آخر عمران میرے ساتھ ہے مُجھے ڈرنا نہیں چاہیے۔ عمران تو میرا ساتھی ہے۔ وہ ٹیکسی سے نکل کر عمران کے ساتھ اندھیرے ٹیلوں کی طرف چل پڑی۔ اندھیرے میں آسیبی قبرستان کی دیوار اور ڈیوڑھی دھندلی آ رہی تھی۔ شیبا نے کہا:

"ہم ڈیوڑھی میں سے نہیں بلکہ قبرستان کی دیوار کی طرف سے ہو کر جائیں گے۔"

مگر عمران کی کمر میں پیوست سیکرٹ کیپسول نے سگنل دیا کہ وہ قبرستان کی ڈیوڑھی میں سے شیبا کو لے جائے گا۔ عمران نے فوراً کہا:

"نہیں شیبا! ہم ڈیوڑھی میں سے گُزریں گے۔ دیوار کی طرف ہو سکتا ہے

خلائی مخلوق نے کوئی پھندا لگا رکھا ہو۔"

شیبا کو پھر بھی کوئی شک نہ ہوا۔ وہ عمران کے ساتھ قبرستان کی ڈیوڑھی میں داخل ہو گئی۔ ڈیوڑھی میں داخل ہوتے ہی اُسے ایک لمبی سِسکاری کی آواز سُنائی دی۔ شیبا ڈر کر پیچھے ہٹ گئی۔

"کیا ہوا؟" عمران نے پوچھا۔

"آگے کوئی ہے عمران۔ مُجھے آواز آئی ہے۔"

شیبا نے ڈری ہوئی آواز میں جواب دیا۔ عمران بولا:

"میں دیکھتا ہوں۔ یہاں کون ہو سکتا ہے۔"

یہ کہہ کر عمران قبرستان کی ڈیوڑھی میں سے نکل کر ویران قبروں کی طرف نکل گیا جو رات کی تاریکی میں ڈوبی ہوئی تھیں۔ شیبا وہیں ڈیوڑھی کی دیوار

کے ساتھ لگ کر کھڑی تھی کہ اچانک اندھیرے میں سے کالا سانپ نکلا اور اُس کے سامنے آکر زمین سے تین فیٹ اونچا پھن کھول کر کھڑا ہو گیا۔

شیبا نے سانپ کو پہچان لیا۔ یہ اس کا دوست سانپ ہی تھا۔ کالے سانپ نے دھیمی آواز میں کہا:

"شیبا! تُم ایک بہت بڑی مُصیبت میں پھنسنے والی ہو۔ یہاں سے واپس بھاگ جاؤ۔ جلدی کرو۔"

"میرے ساتھ عمران ہے۔" شیبا نے خشک آواز میں کہا۔

سانپ بولا۔ "شیبا! واپس گھر کی طرف دوڑو۔ تمہاری زندگی خطرے میں ہے۔ باقی باتیں میں تمہیں پھر بتاؤں گا۔ بھاگو۔۔"

شیبا نے جلدی سے کہا:

”مگر عمران کو اکیلا کیسے چھوڑ دوں ؟“

کالے سانپ نے کہا :

”وہی تو تمہیں پھنسا کر یہاں لایا ہے ۔ وہ تمہارا دُشمن بن چکا ہے ۔ اُس کے دماغ پر خلائی مخلوق کا قبضہ ہے ۔ جلدی کرو۔ یہاں سے بھاگ جاؤ۔“

شیبا نے جب یہ سُنا تو اُس کا ذہن سنسنا گیا۔ اُسے عمران کا بدلا ہوا چہرہ اور بدلی ہوئی چال اور کرخت آواز اور سخت ہاتھوں کی گرفت یاد آنے لگی ۔ سانپ کے بارے میں شیبا کو معلوم تھا کہ وہ اس کا دوست ہے ۔ وہ جھوٹ نہیں بول رہا ہو گا۔ شیبا جلدی سے ڈیوڑھی سے نکل آئی اور تاریک درختوں میں شہر کو جانے والی سڑک کی طرف دوڑ پڑی ۔ وہ پوری رفتار سے بھاگ رہی تھی ۔ جب وہ کچّے راستے پر آئی تو ٹیکسی والا ٹیکسی کے انجن کو ٹھیک کر چکا تھا ۔ وہ انجن اسٹارٹ کر رہا تھا کہ شیبا دروازہ کھول

کر اندر گھُس گئی اور ہانپتی ہوئی آواز میں بولی :

"اللہ کے لیے واپس شہر چلو۔ جلدی!"

ٹیکسی ڈرائیور بھی گھبرا گیا کہ ضرور اس لڑکی کے پیچھے قبرستان کی کوئی بد روح لگی ہے ۔ اس نے ایکسلریٹر دبایا۔ پہیے تیزی سے گھومے اور ٹیکسی گرد اڑاتی تیزی سے دوڑنے لگی ۔ پکّی سڑک پر آتے ہی ٹیکسی کی رفتار مزید تیز ہو گئی ۔ شیبا نے شیشے میں سے پیچھے دیکھا۔ اُسے خطرہ تھا کہ عمران اُس کا پیچھا کر رہا ہو گا۔ مگر سوائے اندھیرے کے شیبا کو کُچھ دکھائی نہ دیا۔ اب اُس کے دِل میں شک شبے بیدار ہو رہے تھے ۔ اُس کو یاد آ رہا تھا کہ عمران کی شکل میں ایک سختی اور کرختگی تھی ۔ اُس نے جب اُس کا بازو پکڑا تھا تو اُس کی گرفت فولاد کی طرح سخت تھی ۔ اُس کی آنکھیں بھی ویران اور پتھرائی ہوئی تھیں ۔ تو کیا خلائی مخلوق نے عمران کا برین واش کر کے اُسے

اپنے اثر میں کر لیا ہے؟ ایسا ہو سکتا تھا۔ شیبا فزکس اور نیوکلیئر سائنس کی اسٹوڈنٹ تھی۔ وہ جانتی تھی کہ خلائی مخلوق جو زمین پر اُتری ہے وہ سائنس میں ان کی دُنیا سے بہت آگے ہے اور بہت ترقی یافتہ ہے۔ یہ مخلوق کسی بھی آدمی کے دماغ میں یا جسم کے کسی حصّے میں کوئی کمپیوٹر ڈسک فٹ کر کے اسے اپنی مرضی کے مطابق عمل کرنے پر مجبور کر سکتی ہے۔

اِس خیال سے کہ عمران خلائی مخلوق کا آلہ کار بن گیا ہے اور وہ خلائی مخلوق کے لیے کام کرنے لگا ہے، شیبا پر ایک خوف سا طاری ہو گیا۔ عمران تو بڑی تباہی مچا سکتا ہے۔ وہ یہی سوچ رہی تھی کہ ٹیکسی شہر کی روشن سڑک پر آ گئی۔ ٹیکسی ڈرائیور نے گاڑی کی رفتار آہستہ کر دی تھی۔ اس نے پوچھا:

"بی بی جی قبرستان میں کوئی بھُوت دیکھا تھا آپ نے؟"

شیبا بولی۔ "ہاں۔ ایک بھُوت دیکھا تھا۔"

ڈرائیور نے کہا:

"بی بی! آپ کو رات کے وقت قبرستان میں نہیں جانا چاہیے تھا۔ آپ کا بھائی کہاں ہے؟"

شیبا نے کوئی جواب نہ دیا۔ سامنے پارک کی دوسری طرف شیبا کی کوٹھی تھی۔ اُس نے ٹیکسی رکوائی۔ جیب سے کُچھ پیسے نکال کر ڈرائیور کو دیے اور کہا:

"بھائی میرے پاس اِس وقت یہی کُچھ ہے۔"

ڈرائیور بولا: "کوئی بات نہیں بی بی جی۔ اللہ کا شکر ہے کہ ہماری جان بچ گئی۔"

یہ کہہ کر ڈرائیور نے گاڑی آگے بڑھا دی۔

شیبا نے تیز تیز قدموں سے پارک عبُور کیا۔ اپنی کوٹھی میں داخل ہوئی۔ زینے کی سیڑھیاں چڑھ کر اپنے کمرے میں آکر دروازہ بند کر کے کُنڈی لگا دی اور بے دم سی ہو کر اپنے بستر پر گر پڑی۔ پھر جلدی سے اُٹھ بیٹھی اور کھڑکی کھول کر نیچے سڑک پر تکنے لگی۔ اُسے دھڑکا لگا تھا کہ عمران کسی بھی وقت وہاں آ سکتا ہے۔ اُس نے گھبرا کر دروازہ کھولا اور سیڑھیاں پھلانگتی اپنے ڈیڈی ممّی کے کمرے کی طرف دوڑی۔ دروازے پر زور سے دستک دی۔ کمرے کی بتّی روشن ہو گئی۔ اُس کے ڈیڈی کی کرخت آواز آئی:

"کون ہے باہر؟"

شیبا نے کہا:

"میں ہوں ڈیڈی! شیبا!"

دروازہ اُسی وقت کھُل تھی۔ شیبا جلدی سے اندر آ گئی۔ اُسے گھبرائی ہوئی دیکھ کر اُس کے ممّی ڈیڈی پریشان ہو گئے۔ ڈیڈی نے پوچھا:

"کیا بات ہے بیٹی! تُم اتنی گھبرائی ہوئی کیوں ہو؟ کیا کوئی چور آ گیا ہے گھر میں؟"

شیبا نے اپنے سانس پر قابو پانے کی کوشش کرتے ہوئے پانی مانگا۔ اس کی ممّی نے اسی وقت جگ میں سے پانی نکال کر دیا۔ شیبا نے پانی پیا اور صوفے پر بیٹھ گئی۔ ممّی نے دوڑ کر دروازہ بند کر کے کُنڈی لگا دی اور پوچھا:

"کیا کوئی چور ڈاکو ہے باہر؟"

شیبا نے نفی میں سر ہلاتے ہوئے کہا :

”چور نہیں آیا۔ ابھی سارا قصّہ سُناتی ہوں۔“

اور پھر شیبا نے اپنے ڈیڈی اور ممّی کو سارا واقعہ کھول کر بیان کر دیا۔
ساری کہانی سُننے کے بعد ڈیڈی نے کہا :

”یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ایک سانپ آدمی کی طرح بات کرتا ہو؟ یہ تمہارا وہم ہے شیبا۔ عمران تمہارا دُشمن نہیں ہے اور قبرستان کے ٹیلوں میں کوئی خلائی مخلوق بھی نہیں رہتی۔ تم دونوں پاگل ہو گئے ہو۔ عمران شاید واپس آئے۔ اُسے آنے دو۔ میں اُس کے امّی ابّو کو فون کر کے یہاں بُلا لیتا ہوں۔ تو اپنے بیٹے کی جدائی میں سخت پریشان ہیں۔“

شیبا خاموش رہی۔ وہ کیا کر سکتی تھی۔ اس پر کوئی اعتبار ہی نہیں کرتا تھا۔

اُس نے بہت کہا کہ کالا سانپ آدمی کی آواز میں بولتا ہے مگر ڈیڈی ممّی اُسے یہی کہتے رہے کہ تُم پر کسی آسیب کا سایہ ہوگیا ہے۔ صُبح تمہیں کسی پیر صاحب کو دِکھائیں گے۔ اب جا کر اپنے کمرے میں سو جاؤ۔ شیبا نے سہمی ہوئی آواز میں کہا:

"میں اپنے کمرے میں نہیں جاؤں گی۔ مُجھے ڈر لگتا ہے۔"

"تو پھر یہیں میرے پلنگ پر سو جاؤ۔" شیبا کی ممّی نے کہا۔

شیبا کے ڈیڈی نے اُسی وقت عمران کے گھر فون کر دیا کہ عمران واپس آ گیا ہے۔ وہ تھوڑی دیر میں ہمارے گھر آنے والا ہے۔ آپ لوگ جلدی سے یہاں آ جائیں۔ عمران کی امّی ابّو نے یہ خوش خبری سُنی تو خُوشی سے نہال ہو گئے۔ اسی وقت ٹیکسی پکڑی اور شیبا کی کوٹھی پہنچ گئے۔ شیبا کے ڈیڈی نے اُنہیں مختصر کر کے بتایا کہ عمران آسیبی قبرستان میں بھٹک گیا

تھا۔ شاید وہ کسی خیالی آسیب سے ڈر گیا تھا۔ ابھی یہاں آجائے گا۔ عمران کے ماں باپ بے چینی سے اپنے بیٹے کی راہ دیکھنے لگے۔

دوسری طرف عمران جب ڈیوڑھی سے نکل کر رات کے اندھیرے میں قبروں میں گیا تو اُسے وہاں کوئی شخص نظر نہ آیا۔ اُس نے سوچا کہ شیبا کو وہم ہوگیا تھا کہ قبرستان میں کوئی ہے۔ وہ ایک قبر کے پاس کھڑا تھا کہ اُس کے کان میں طوطم کی سرگوشی ہوئی۔ طوطم کی سرگوشی میں ڈانٹ تھی۔

"تم احمق ہو۔ شیبا کو اکیلا چھوڑ کر کیوں آ گئے۔ اس پاس واپس جاؤ اور اسے لے کر ٹیلے کے شگاف میں آؤ۔ ہمارے آدمی وہاں موجود ہیں۔"

عمران وہیں سے واپس پلٹا اور ڈیوڑھی میں آگیا۔ وہاں آ کر دیکھا کہ شیبا موجود نہیں تھی۔ اُس نے دو تین آوازیں دیں مگر شیبا کی طرف سے کوئی جواب نہ آیا۔ عمران ڈیوڑھی سے باہر نکل آیا۔ عین اُس وقت اُسے دُور

سڑک پر ٹیکسی کے انجن کے اسٹارٹ ہونے اور پھر گاڑی کے تیزی سے بھاگنے کی آواز سُنائی دی۔ ساتھ ہی خلائی چیف کا سگنل ملا۔

"شیبا واپس بھاگ گئی ہے۔ اُس کے پیچھے جاؤ اور جس طرح بھی ہو اُسے لے کر تہہ خانے میں پہنچو۔ نہیں تو تمہیں بھسم کردیا جائے گا۔"

"ایسا نہ کرنا چیف! میں شیبا کے پیچھے جاتا ہوں میں اُسے لے کر ہی آؤں گا۔"

اور عمران قبرستان سے نکل کر شہر کی طرف چلا۔

سانپ سامنے تھا

عمران جب شیبا کی کوٹھی کے پاس پہنچا تو اس کے کان میں خلائی چیف کی سرگوشی گونجی :

"عمران! خبردار تمہاری بول چال سے یہ ہرگز ظاہر نہیں ہونا چاہیے کہ تُم خلائی مخلوق کے لیے کام کر رہے ہو۔ جس طرح اُن لوگوں سے باتیں کرتے تھے اسی طرح باتیں کرنا۔ میں پھر رابطہ قائم کروں گا۔ یاد رکھو! تم

ہمارے خلائی قاتل مشن پر ہو۔ تمہیں شیبا کو پکڑ کر ہمارے پاس لانا ہے۔ اور اِن لوگوں کو پولیس میں اِطّلاع نہیں کرنے دو گے۔ کیوں کہ پولیس یہاں آ بھی گئی تو اُسے کُچھ نہیں ملے گا۔ جاؤ۔"

عمران نے سرگوشی کے سگنل کو پوری توجّہ سے سُنا۔ اس کے ساتھ ہی اس کے چہرے پر ویسی ہی ہلکی ہلکی مسکراہٹ آ گئی جیسے اُس کے چہرے پر خلائی مخلوق کے قبضے میں آنے پہلے آیا کرتی تھی۔ اُس وقت صُبح ہونے والی تھی۔ شہر پر سبزی پھل اور دودھ لانے والی گاڑیاں چل رہی تھیں۔ عمران شیبا کی کوٹھی کے دروازے پر آ کر رُک گیا۔

اس نے گھنٹی کا بٹن دبایا۔ ڈرائینگ روم میں شیبا کی ممّی ڈیڈی اور عمران کے امّی ابّو بیٹھے بے چینی سے عمران کی راہ دیکھ رہے تھے۔ گھنٹی آواز پر عمران کی امّی نے بے اختیار کہا۔

"میرا بیٹا عمران ہی ہوگا۔"

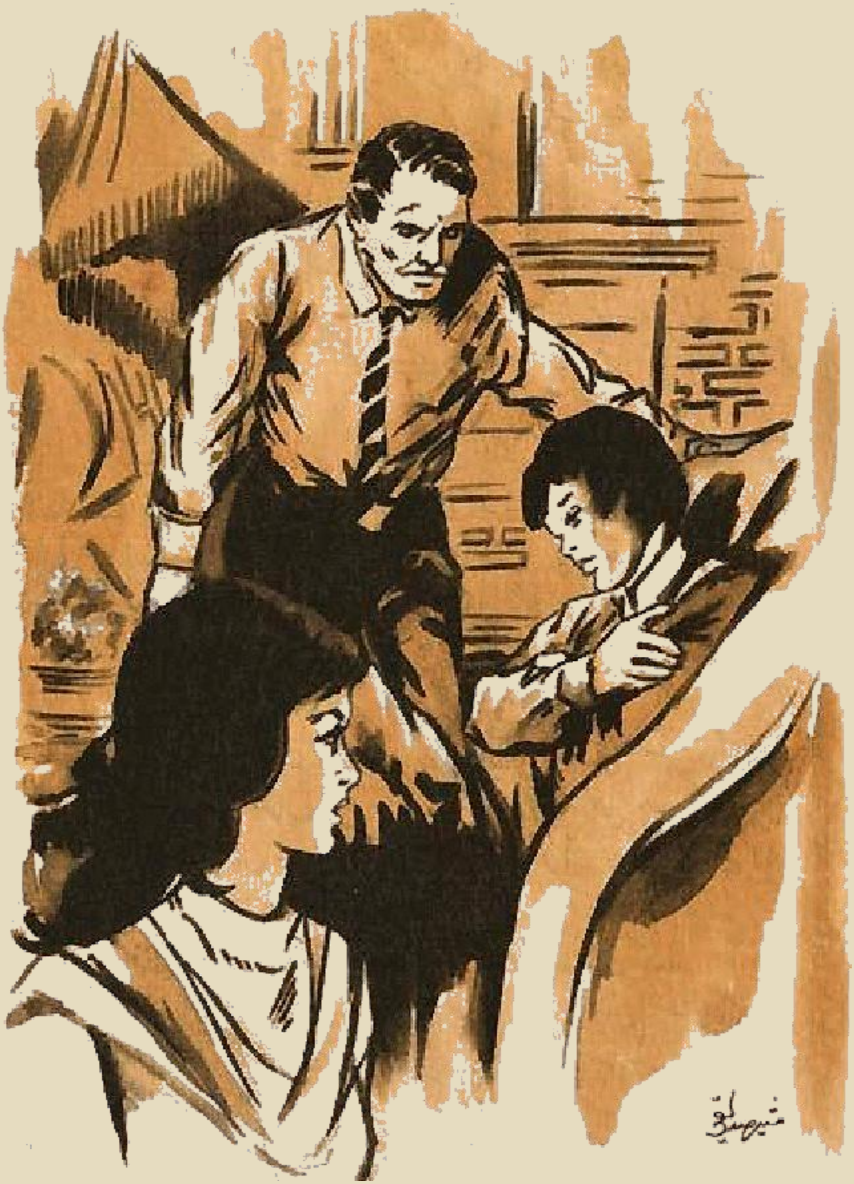
شیبا کونے والے صوفے میں بیٹھی عجیب نظروں سے بند دروازے کی طرف تک رہی تھی شیبا کے ڈیڈی نے دروازہ کھول دیا۔ باہر عمران کھڑا مُسکرا رہا تھا۔ اُس کی امّی اور ابّو نے آگے بڑھ کر اپنے بیٹے کو گلے لگا لیا۔

"تُم کہاں چلے گئے تھے عمران بیٹا۔ اللہ کا شکر ہے تم واپس آ گئے۔"

عمران کی امّی نے اس کا ماتھا چومتے ہوئے کہا۔

عمران بولا۔ "امّی جان! میں کہیں بھی نہیں گیا تھا۔ بس ایک دوست کے ساتھ شکار کھیلنے چل دیا تھا۔ اب واپس آگیا ہوں۔"

شیبا کے ڈیڈی نے کہا:



"عمران بیٹا یہ شیبا تو کہہ رہی تھی کہ تم دونوں قبرستان کی طرف گئے تھے اور وہاں کوئی خلائی مخلوق اُتری ہوئی ہے۔جس نے تُم دونوں کو قید کرلیا تھا۔"

عمران نے ہنس کر کہا :

"انکل یہ شیبا تو خیالی باتیں کرتی ہی رہتی ہے۔ میں تو اپنے دوستوں کے ساتھ شکار پر گیا تھا۔ اب آیا۔ گھر گیا۔ وہاں نوکر نے بتایا کہ آپ شیبا کے گھر آئے ہیں۔ بس یہاں آگیا۔ کہو شیبا! کیا حال ہے تمہارا؟"

شیبا عجیب اُلجھن میں پڑ گئی تھی۔ عمران کی حالت اب بالکل نارمل تھی۔ وہ بالکل پہلے جیسا عمران تھا۔ ویسے ہی ہنس ہنس کر باتیں کر رہا تھا۔ اس کی آنکھیں بھی پتھرائی ہوئی نہیں تھیں۔ اُس کی آواز بھی کرخت نہیں تھی۔ تو کیا سانپ نے جھوٹ بولا۔ سانپ کو جھوٹ بولنے کی کیا ضرورت تھی؟ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ سانپ کو مغالطہ ہو گیا ہو۔ اُسے غَلَط فہمی ہو گئی ہو۔

عمران کو جب بتایا گیا کہ شیبا بھی غائب ہو گئی تھی اور خلائی مخلوق نے اُسے پکڑ کر تہہ خانے میں بند تھا اور یہ بڑی مُشکل سے بھاگ نکلنے میں کام یاب ہوئی ہے تو عمران بولا :

"یہ آپ کیسی باتیں کر رہے ہیں انکل ؟ کون سی خلائی مخلوق ؟ کہاں ہے وہ خلائی مخلوق ؟ شیبا نے ضرور کوئی خواب دیکھا ہو گا۔ اچھّا انکل اب ہم چلتے ہیں۔ میں سخت تھک گیا ہوں۔ اوکے شیبا! شام کو ملیں گے۔ میں سارا دِن سوؤں گا۔"

بیٹی بیٹے کے واپس آ جانے سے سب خوش تھے۔ شیبا کے ڈیڈی نے کہا :

"میں تو پہلے ہی کہتا تھا کہ کوئی خلائی مخلوق نہیں اُتری ہے۔ بھلا آج کے زمانے میں ایسی باتیں بھی کبھی ہو سکتی ہیں۔ یہ تو فلموں میں آسمان خلائی

مخلوق آیا کرتی ہے۔ او کے عمران اللہ حافظ!"

"اللہ حافظ انکل !اللہ حافظ شیبا۔" عمران نے کہا۔

شیبا نے ہاتھ ہلاتے ہوئے اللہ حافظ کہا۔ عمران مُسکراتا ہوا اپنے ابّو امّی کے ساتھ اپنے گھر کی طرف روانہ ہو گیا۔ شیبا کی امّی کہنے لگی:

"جاؤ اب اپنے کمرے میں جا کر سو جاؤ۔ آج کالج مت جانا اور یہ خلائی مخلوق والی فضول باتیں اپنے دماغ سے نکال دو۔ اور اپنی پڑھائی کی طرف توجّہ دو۔"

شیبا خاموشی سے سر جھکائے اوپر اپنے کمرے میں آکر پلنگ پر لیٹ گئی۔ وہ سوچنے لگی۔ کہیں واقعی یہ سب کُچھ وہم ہی تو نہیں ہے کہ اُس نے خلائی مخلوق دیکھی ہو۔ وہ اُن کی قید میں پھنس گئی ہو اور اُسے کالا سانپ وہاں سے

نکال لایا ہو۔ اور یہ کہ کالے سانپ نے اُسے بتایا ہو کہ عمران خلائی مخلوق کا ساتھی بن چکا ہے اور وہ زمین پر خلائی قاتل مشن کے لیے کام کرنے لگا ہے۔ شیبا کی سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا تھا۔ سارا معاملہ آپس میں گڈمڈ ہو گیا تھا۔ اُسے عمران کا مُسکراتا ہوا چہرہ اور نارمل باتیں یاد آنے لگیں۔ اُس نے اپنے دِل سے کہا :

"عمران تو بالکل وہی عمران ہے۔ وہ کیسے کسی خلائی مخلوق کا ایجنٹ بن سکتا ہے۔ یہ سب جھوٹ ہے۔ عمران بالکل ٹھیک ٹھاک اور نارمل ہے۔ مُجھے یہ باتیں ذہن سے نکال دینی چاہیں۔ شام کو عمران سے باتیں کروں گی۔ اگر واقعی کوئی خلائی مخلوق قبرستان میں اُتری ہوئی ہے تو ہم دونوں مل کر گے اس کو ختم کر دیں گے۔"

اور پھر وہ گہری نیند میں کھو گئی۔

شام ابھی نہیں ہوئی تھی کہ عمران شیبا کے ہاں آگیا۔ وہ جاگ رہی تھی اور اپنے کمرے میں کمپیوٹر کھولے اُس پر خلائی مخلوق کے پہلے سگنل کو دوبارہ فیڈ کر کے اس کا تجزیہ کر رہی تھی۔ عمران اندر داخل ہوا تو شیبا کو کمپیوٹر پر بیٹھے دیکھ کر ٹھٹھک گیا۔ اس کے کانوں میں خلائی چیف کا سگنل آیا :

"شیبا! تمہاری دُشمن ہے۔ ہمیں اُس کی تلاش ہے۔ ہمیں اُس کی ضرورت ہے۔ اُسے ہماری خُفیہ کمیں گاہ میں لانا ہے۔ مگر خوب ہوشیاری سے کام لینا ہوگا۔ جاؤ۔ آگے بڑھو۔"

شیبا نے مُڑ کر عمران کو دیکھا۔ عمران نے اپنے چہرے پر مسکراہٹ طاری کر لی تھی۔ شیبا نے عمران کی مُسکراتی ہوئی شکل دیکھی تو اُس کے بارے میں جو شک شبہے باقی رہ گئے تھے وہ بھی نکل گئے۔ وہ بالکل نارمل اور مُسکراتا ہوا پہلے جیسا عمران تھا۔ شیبا نے بھی مسکراتے ہوئے عمران

سے پوچھا :

"کب تک سوئے رہے ؟ میں تو کافی سوئی ہوں۔"

عمران کرسی کھینچ کر شیبا کے پاس بیٹھ گیا۔ اس کی نظریں کمپیوٹر کی اسکرین پر جم گئیں۔

"یہ کیا کر رہی ہو؟ اس نے پوچھا۔

شیبا کی انگلیاں کمپیوٹر کے پینل پر چل رہی تھیں۔ کہنے لگی :

"میں جانتی ہوں صُبح تم نے ڈیڈی ممّی سے جو باتیں کیں وہ عین مصلحت کے مطابق تھیں۔ تمھیں اِن لوگوں سے چھپ کر اپنے طور پر خلائی مخلوق کا مُقابلہ کرنا اور اپنی دُنیا اور اپنے ملک کو ان کے ناپاک قاتل مشن سے بچانا ہو گا۔ کیوں کہ یہاں کوئی بھی ہماری باتوں پر یقین نہیں کرتا۔ نہ ہمارے

ڈیڈی ممّی نہ پولیس والے ہے۔"

عمران کمپیوٹر کی اسکرین کو تک رہا تھا جہاں خلائی سگنل اُبھر رہے تھے۔

اس نے پوچھا :

"مگر تُم یہ کیا کررہی ہو ہے۔"

شیبا بولی :

"پُرانے سگنل کے پیغام کا تجزیہ کررہی ہوں۔ میں اس خلائی مخلوق کی کوئی کم زور رگ پکڑنا چاہتی ہوں جس سے ہم اُن کے سیّارے سے آنے والے سِگنلز کو خلا میں ہی منتشر دیں اور یوں زمین پر اتری ہوئی اُس سیّارے کی مخلوق بے یارو مددگار بن کر رہ جائے۔ پھر وہ ہماری دُنیا کے خلاف کوئی خطرناک قدم نہیں اُٹھا سکے گی۔ کیوں کہ اِس مخلوق کو اپنے

سیّارے سے ہی طاقت مل رہی ہے۔"

عمران خاموشی سے شیبا کی گردن پر گرے ہوئے بالوں کو تک رہا تھا۔ اس کے دماغ میں ایک ہی خیال گردش کر تھا کہ کس طرح سے وہ شیبا کو یہاں سے قبرستان میں لے جائے اور خلائی مخلوق کے حوالے کر دے۔ شیبا نے کمپیوٹر کے پینل پر سے اُنگلیاں ہٹا لیں اور کرسی کو گھُماتے ہوئے عمران سے پوچھا۔

"عمران !ایک بات سچ سچ بتاؤ گے ؟"

"پوچھو۔" عمران نے نقلی مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔

شیبا نے عمران کی طرف ایک لمحے کے لیے گھور کر دیکھا۔ پھر پوچھا :

"تُم رات مُجھے آسیبی قبرستان میں کیوں لے گئے تھے ؟"

عمران نے فوراً جواب دیا:

"اس لیے کہ ہم خلائی مخلوق کے خُفیہ ٹھکانے میں آگ لگا کر اُسے تباہ کر سکیں۔ مگر تم وہاں سے اچانک غائب گئیں۔ اب تم مُجھے یہ بتاؤ کہ تم وہاں سے بھاگ کیوں آئی تھیں۔"

شیبا نے کہا:

"اگر میں سچ بولوں تو تم یقین کر لو گے؟"

"کیوں نہیں؟" عمران بولا "کہو ایسی کون سی بات ہو گئی تھی؟"

شیبا کہنے لگی۔

"تمہارے جانے کے بعد مُجھے کالے سانپ نے وہاں آ کر بتایا کہ عمران خلائی مخلوق کا جاسوس بن چکا ہے۔ وہ خلائی مخلوق کے لیے کام کرنے لگا

ہے۔ وہ تمہارا دُشمن ہے۔ وہ تمہیں یہاں خلائی مخلوق کے حوالے کرنے کے لیے لایا ہے۔ بس یہ سُن کر میں ڈر گئی اور وہاں سے بھاگ نکلی۔"

عمران نے ایک ہلکا سا قہقہہ لگایا۔ بولا:

"تُم بھی کتنی نادان ہو۔ ایک سانپ کی بات کا تُم نے اعتبار کر لیا اور مُجھ پر بھروسہ نہ کیا۔ سانپ اوّل تو انسانوں کی طرح بات نہیں کر سکتا۔ اگر تمہیں یہ وہم ہے کہ سانپ بولا تھا تو اُس نے جھوٹ بولا تھا۔ اس نے تمہیں میرے خلاف کرنے کی کوشش کی تھی۔ بلکہ میں تو کہتا ہوں کہ ہو سکتا ہے کالا سانپ بھی خلائی مخلوق ہو۔ چناں چہ اس نے رات خلائی خُفیہ میں گاہ تباہ ہونے سے بچا لی۔ اگر وہ تمہیں خلاف کر کے وہاں سے نہ بھگاتا تو ہم خلائی ٹھکانا تباہ کر چکے ہوتے۔"

شیبا کو کُچھ کچھ عمران کی باتوں کا اعتبار آنے لگا۔ اس کے دِل میں خیال آیا

کہ ہو سکتا ہے سانپ کوئی خلائی مخلوق ہی ہو۔ اپنا ہی کوئی آدمی ہو۔ وہ بولی :

"ٹھیک ہے عمران! میں تُم پر بھروسہ کرتی ہوں۔ رات میں نے غَلطی کی جو سانپ کی باتوں میں آ گئی۔ اب ہم ایسا کرتے ہیں کہ پولیس انسپکٹر کے پاس جا کر ساری بات بیان کرتے ہیں۔ بلکہ اُسے اپنے ساتھ لے کر قبرستان کے ٹیلوں میں لے جا کر وہ شگاف دکھاتے ہیں جہاں سے خلائی میں گاہ کو راستہ جاتا ہے۔"

عمران بھلا یہ کیسے برداشت کر سکتا تھا۔ سیکرٹ کیپسول نے اُس کے ذہن تو اپنے کنٹرول میں کر رکھا تھا اور خلائی کمیں گاہ میں بیٹھا طوطم چیف بھی اپنے کمپیوٹر سے اُسے کنٹرول رہا تھا۔ عمران کو خاص طور پر ہدایت کی گئی تھی کہ معاملہ پولیس تک ہر گز نہ پہنچنے دیا جائے۔ چناں چہ عمران نے فوراً

شیبا کی تجویز کی مخالفت کرتے ہوئے کہا :

"پولیس نے ہماری بات پہلے کب مانی ہے جواب مانے گی ۔ وہ ہمارا مذاق اُڑاتی رہی ہے ۔ پولیس انسپکٹر لت ہمیں پاگل سمجھتا ہے ۔"

"پھر تمہارا کیا مشورہ ہے ۔ ہمیں دیر نہیں کرنی چاہیے نہیں تو خلائی مشن نے ایک بار اپنا قاتل منصوبہ شروع کر دیا تو ملک میں کیا تباہی لائے گی ۔"

شیبا نے فکر مند انداز میں کہا ۔ عمران بولا :

"اِس کی ایک ہی ترکیب ہے کہ کسی طریقے سے خلائی مخلوق کی خُفیہ کمیں گاہ کو تباہ و برباد کر دیا جائے ۔ اِسی غرض میں تمہیں رات کو اپنے ساتھ لے گیا تھا، مگر تُم نے سارا منصوبہ خاک میں ملا دیا، لیکن میں کہتا ہوں کہ اب بھی وقت ہے ۔ مُجھے یقین ہے کہ خلائی مخلوق ابھی تک اپنے سیّارے زمین پر

نہیں آئی ہوگی۔ ان کی کمیں گاہ خالی پڑی ہوگی۔

پھر عمران نے شیبا کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہا :

"شیبا! میں تو کہتا ہوں کہ ہم رات کو دوبارہ قبرستان والے ٹیلوں میں چلتے ہیں۔ یہ بڑا سنہری موقع ہے۔ ہمیں اس سے فائدہ اُٹھانا چاہیے۔"

شیبا دِل میں عمران کی تجویز کو کُچھ کُچھ مان گئی تھی۔ کہنے لگی : "لیکن عمران اگر ہم پولیس انسپکٹر اور پولیس پارٹی کو بھی ساتھ لے چلیں تو خلائی کمیں گاہ کو تباہ کرنے میں آسانی ہوگی۔ پولیس کے پاس تو دستی بم بھی ہوتے ہیں۔"

عمران پولیس کے نام سے ایک دم جیسے چیخ اُٹھا :

"پولیس! پولیس! پولیس! تُم اُس کا بار بار کیوں ذکر کر رہی ہو۔"

شیبا عمران کی غصّیلی آواز سے ڈر سی گئی۔ عمران کو بھی فوراً محسوس ہوگیا کہ

اُسے اتنی اونچی آواز میں نہیں بولنا چاہیے تھا۔ فوراً نرم لہجے میں کہنے لگا :

"آئی ایم سوری شیبا! دراصل میں اس بات سے بڑا پریشان ہوں کہ خلائی مخلوق ہمارے مُلک میں عنقریب بہت بڑی تباہی مچانے والی ہے۔ میں جتنی جلدی ہو سکے اُنہیں تباہ کر دینا چاہتا ہوں۔ اور میں یہ بھی جانتا ہوں کہ پولیس ہماری کوئی مدد نہیں کرے گی۔ وہ ہمیں پاگل سمجھتی ہے۔ اس لیے مُجھے پولیس کے نام پر غصّہ آگیا تھا۔"

شیبا مُسکرادی۔ کہنے لگی۔

تو پھر ایسا کرتے ہیں کہ تم پہلے قبرستان والے ٹیلے میں جا کر معلوم کرو کہ اگر خلائی مخلوق زمین پر آ نہ گئی ہو گی تو پھر میں بھی تمھارے ساتھ چلی چلوں گی۔"

عمران کے ذہن میں سگنل آیا کہ ٹھیک ہے اسے جھانسہ دو اور کچھ دیر کے لیے اِس سے الگ ہو جاؤ۔ پھر واپس آ کر کہہ دینا کہ خلائی مخلوق ابھی تک واپس نہیں آئی۔

"ٹھیک ہے۔ میں ابھی جا کر پتا کر کے آتا ہوں۔ تُم یہیں رہنا۔ اگر خلائی مخلوق وہاں پر نہ آئی ہوئی ہو گی تو میں تمہیں واپس آ کر اپنے ساتھ لے چلوں گا۔ بات درا دراصل یہ ہے شیبا کہ بیک وقت زمین کے اندر پھیلی ہوئی تین لیبارٹریوں کو میں اکیلا تباہ نہیں کر سکتا۔ میرے ساتھ تمہارا جانا بہت ضروری ہے۔"

شیبا نے کہا:

"میں کب انکار کرتی ہوں عمران! یہ تو ہمارا انسانی مشن ہے۔ میں ضرور تمہارے ساتھ چلوں گی۔"

"میں ابھی جا رہا ہوں۔"

یہ کہہ کہ عمران شیبا کے کمرے سے نکل گیا۔ اس کے جاتے ہی شیبا ایک بار پھر سوچ میں پڑ گئی کہ آخر عمران اسے اپنے ساتھ لے جانے پر اتنی ضِد کیوں کر رہا ہے۔ رات بھی اُس نے ایسی ہی ضد کی تھی۔ کہیں سانپ نے ٹھیک ہی تو نہیں کہا تھا؟"

شیبا جلدی سے اُٹھی اور دوسرے دروازے سے نکل کر کوٹھی سے باہر آ گئی وہ یہ دیکھنا چاہتی تھی کہ عمران قبرستان والے ٹیلوں طرف جاتا بھی ہے یا نہیں۔ اِس وقت شام کا اندھیرا رات کی تاریکی میں گھُل مل رہا تھا۔ شہر کی عمارتوں اور سڑکوں کی بتّیاں روشن ہو گئی تھیں۔ شیبا کی نظر عمران پر پڑی۔ وہ کوٹھی کے سامنے والے پارک میں سے گزر رہا تھا۔ شیبا نے کُچھ فاصلہ رکھ کر اس کا تعاقب شروع کر دیا۔ عمران پارک نکل کر سڑک پر آ

گیا۔ سڑک پر وہ کُچھ دور تک چلتا گیا جب اسے یقین ہو گیا کہ اب شیبا کی کوٹھی سے کوئی نہیں دیکھ سکتا تو قبرستان والی سڑک پر جانے کی بجائے اُس کچّے راستے پر مُڑ گیا جو ایک فیکٹری کی طرف جاتا تھا۔

شیبا نے عمران کو قبرستان کی بجائے دوسری طرف مُڑتے دیکھا تو اُس کا ماتھا ٹھنکا۔ وہ برابر اُس کا پیچھا کرتی رہی۔ عمران فیکٹری کے قریب جا کر ایک پرانے تالاب کے پاس رُک گیا۔ یہاں ایک پتھرّ چبوترہ بنا ہوا تھا۔ عمران اُس چبوترے پر بیٹھ گیا۔ یقین ہو گیا کہ عمران خلائی مخلوق کے کنٹرول میں ہے اور اُسے اپنے ساتھ لے جا کر خلائی مخلوق کے حوالے کرنا چاہتا ہے۔ سانپ نے ٹھیک کہا تھا۔ شیبا وہیں سے واپس پلٹی اور تیز تیز قدموں سے چلتی اپنی کوٹھی کی طرف جانے کی بجائے ایک چھوٹا سا پُل عبُور کر کے گندے نالے والے باغ کی دیوار کے ساتھ ساتھ چلنے لگی۔ اُس کے

کالج کے سائنس کے پروفیسر رضوی صاحب باغ کے دوسری طرف رہتے تھے۔ شیبا نے پہلے بھی سوچا تھا کہ وہ خلائی مخلوق کے بارے میں اپنے سائنس کے پروفیسر رضوی صاحب سے بات کرے مگر اسے موقع نہیں ملا تھا۔ مگر اب اُن سے بات کرنی ضروری ہو گئی تھی۔ کیوں کہ عمران خلائی مخلوق کے کنٹرول میں آ کر ایک خطرناک انسان میں تبدیل ہو چکا تھا۔ وہ کسی بھی پُل یا ائیر پورٹ میں بم لگا کر اُسے تباہ کر سکتا تھا۔ وہ شہر کی کسی بھی لڑکی یا کسی اہم شخصیت کو ورغلا کر خلائی مخلوق کے حوالے کر سکتا تھا۔ پروفیسر رضوی کی چھوٹی سی کوٹھی کے ڈرائینگ روم میں روشنی ہو رہی تھی۔ شیبا نے گھنٹی بجائی۔ نوکر نے آ کر دروازہ کھولا۔ وہ شیبا کو پہچانتا تھا۔ شیبا نے پوچھا۔

"پروفیسر صاحب گھر پر ہیں کیا؟"

نوکر بولا۔ "ہاں بیٹی وہ گھر پر ہی ہیں۔ آ جاؤ۔"

پروفیسر رضوی کی عمر پچاس کے قریب تھی۔ بال سفید ہونے لگے تھے۔ چہرے پر بڑی سنجیدگی رہتی تھی۔ وہ عینک لگاتے تھے اور اُنہوں نے شادی نہیں کی تھی اور کوٹھی میں اکیلے ہی رہ رہے تھے۔ اِس وقت پروفیسر رضوی ڈرائینگ روم میں اکیلے بیٹھے چائے کی پیالی سامنے رکھے شام کا اخبار پڑھ رہے تھے۔ شیبا کو دیکھا تو مسکراتے ہوئے اخبار ایک طرف رکھ دیا۔

"آؤ بیٹی شیبا۔ آ جاؤ۔ بھئی آنے سے پہلے فون کر دیا ہوتا۔ بیٹھو بیٹھو۔"

پھر اُنہوں نے نوکر سے شیبا کے لیے چائے لانے کو کہا۔

"ہاں بیٹی بتاؤ۔ کالج کی پڑھائی کیسی جا رہی ہے؟"

شیبا تیز تیز چل کر آئی تھی اُس کا سانس کُچھ پھولا ہوا تھا۔ پروفیسر نے پوچھا :

"کیا بات ہے بیٹی۔ تُم دوڑتی ہوئی آئی ہو کیا؟ چہرے سے بھی تُم مُجھے کُچھ پریشان سی لگتی ہو؟"

شیبا نے گہرا سانس بھرتے ہوئے کہا :

"پروفیسر صاحب! اِس وقت میں آپ سے ایک ایسی بات کرنے آئی ہوں جس پر آپ کو شاید یقین نہیں آئے گا۔ مگر اللہ کے لیے یقین کیجیے گا کہ اِس بات کا ایک ایک لفظ سچّا ہو گا۔"

پروفیسر رضوی نے شیبا کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا :

"تم بات تو بتاؤ بیٹی۔ میں جانتا ہوں تُم نے کبھی جھوٹ نہیں بولا۔ تم ایک نیک بچّی ہو اور نماز پڑھتی ہو۔ روزے رکھتی ہو۔ پھر تم جھوٹ کیوں بولو

گی۔ کہو کیا بات ہے؟"

شیبا نے جلدی جلدی شروع سے لے کر آخر تک ساری کہانی بیان کر دی۔ پروفیسر رضوی شیبا کے مُنہ سے نکلنے والا ایک ایک لفظ بڑے غور سے سُن رہے تھے۔ جب شیبا نے اپنی بات ختم کی تو بڑی مایوسی کے انداز میں بولی:

"مجھے یقین ہے پروفیسر صاحب آپ ہی سوچ رہے ہوں گے کہ شاید میں پاگل ہوگئی ہوں یا شاید مُجھ پر کسی بھبوت پریت کا سایہ ہوگیا ہے جو میں نے اس قسم کی کہانی آپ کو سُنائی۔"

پروفیسر رضوی اُٹھ کر ٹہلنے لگے۔ اِس دوران نوکر چائے رکھ گیا تھا جو شیبا کے سامنے پڑی پڑی ٹھنڈی ہوگئی تھی۔ پروفیسر ٹہلتے ٹہلتے رُکے، شیبا کی طرف گردن گھُمائی اور کہا:

"فوراً اپنے گھر ٹیلیے فون کرو اور اپنے ڈیڈی ممّی سے کہو کہ اگر عمران آئے تو اُسے یہ کہا جائے کہ شیبا کی ایک سیلی کے ابّو کا انتقال ہو گیا ہے اور وہ وہاں گئی ہے۔"

شیبا کو سب سے زیادہ خُوشی اِس بات کی ہوئی کہ پروفیسر رضوی پہلے شخص تھے جنھوں نے شیبا کی باتوں پر یقین کر لیا تھا۔ اُس نے فوراً گھر فون کر دیا۔ دوسری طرف سے اس کے ڈیڈی بولے۔ شیبا نے کہا:

"ڈیڈی! اگر عمران آکر میرے بارے میں پوچھے تو کہیے گا کہ میری ایک سہیلی کے ابّو کا انتقال ہو گیا ہے اور میں اُن کے ہاں گئی ہوں۔"

ڈیڈی نے پوچھا:

"مگر بیٹا وہ تمہاری سہیلی کہاں رہتی ہے؟ کُچھ ہمیں بھی تو پتا چلے۔"

شیبا نے کہا :

"ڈیڈی ! میں ابھی آپ کو کُچھ نہیں بتا سکتی ۔ میں پروفیسر رضوی صاحب کے پاس بیٹھی ہوں ۔ اللہ کے لیے عمران کو یہ ہر گز نہ بتائیے گا کہ میں پروفیسر صاحب کے پاس ہوں ۔ یہ بہت ضروری ہے ڈیڈی ۔ میں گھر آکر آپ کو سب کُچھ بتا دوں گی ۔ لیجیے پروفیسر صاحب سے بات کریں ۔"

پروفیسر رضوی نے ریسیور کان کے ساتھ لگاتے ہوئے کہا :

"ہاں تقوی صاحب ! شیبا بیٹی میرے پاس ہے ۔ بات ہی کُچھ ایسی ہے کہ ابھی آپ کو کچھ نہیں بتا سکتا ۔ بہر حال آپ عمران کو یہ نہ بتائیں کہ شیبا بیٹی میرے پاس ہے ۔"

پروفیسر نے فون بند کر دیا اور صوفے پر بیٹھتے ہوئے گھڑی دیکھی ۔ پھر شیبا

کی طرف دیکھ کر کہا:

"ہمیں کسی طریقے سے عمران کا ایکس رے لینا ہو گا۔ تبھی معلوم ہو سکے گا کہ اُس کے جسم میں خلائی مخلوق نے کوئی خُفیہ ڈسک لگائی ہے تو وہ کہاں لگائی ہے؟"

سگنل غائب ہو گئے

شیبا پروفیسر رضوی کی طرف دیکھنے لگی۔ پروفیسر رضوی نے کہا :

"وہ سانپ والی بات میری سمجھ میں نہیں آ سکتی۔ میں سائنس کا پروفیسر ہوں۔ میں عمران کا ایکس رے کر کے اِس بات کا ثبوت حاصل کرنا چاہتا ہوں کہ عمران کے جسم میں واقعی خلائی مخلوق نے کوئی خُفیہ آلہ لگایا ہوا ہے۔"

"لیکن عمران کا آپ ایکس رے کیسے لیں گے؟ وہ تو اس کبھی تیّار نہیں ہو گا۔" شیبا نے کہا۔

پروفیسر کُچھ سوچ کر بولا:

"اس کے لیے ہمیں ایک اسکیم پر عمل کرنا پڑے گا۔"

کُچھ دیر غور کرنے کے بعد پروفیسر رضوی کہنے لگا:

"میرا ایک سرجن گہرا دوست ہے۔ میں اُس سے بات کرتا ہوں۔ ہم اُسے اپنے اعتماد میں لیں گے۔ وہ ہمارا بڑا اچھّا ہم راز ثابت ہو گا۔ تمہیں کسی بہانے عمران کو سرجن حمید کے پرائیویٹ کلینک میں لانا ہو گا۔ اس کے بعد وہ صورت حال کو خود سنبھال لے گا۔"

اب شیبا سوچنے لگی کہ وہ عمران کو کیسے سرجن حمید کے کلینک میں لائے۔

آخر ایک ترکیب شیبا کے ذہن میں آ گئی۔ اس نے پروفیسر رضوی کی طرف متوجّہ ہو کر کہا :

"ٹھیک ہے میں عمران کو لے آؤں گی۔ آپ مُجھے سرجن حمید کے کلینک کا پتا اور وقت بتا دیں۔"

پروفیسر نے شیبا کو اپنے دوست ڈاکٹر کے کلینک کا ایڈریس بتایا اور کہا :

"اپنے اُس سرجن دوست کو میں نے اِس لیے چنا ہے کہ اگر یہ معلوم ہو گیا کہ عمران کے بدن میں خلائی مخلوق نے کوئی شے پیوست کر رکھی ہے تو اسی وقت آپریشن کر کے وہ باہر نکالی جا سکے گی۔"

شیبا کو یہ اسکیم بہت پسند آئی۔ اس طرح سے عمران کو خلائی مخلوق کی قید سے آزاد کیا جا سکتا تھا۔ شیبا صوفے سے اُٹھتے ہوئے بولی :

"اب میں عمران کی طرف جاتی ہوں۔ وہ ضرور اپنے گھر پر ہی ہو گا۔"

پروفیسر رضوی نے بھی صوفہ چھوڑ دیا اور بولا :

"بس تم ایک گھنٹے کے اندر اندر کلینگ پہنچ جاؤ میں وہیں جا رہا ہوں۔"

شیبا اپنے پروفیسر صاحب کو سلام کر کے اپنے گھر کی طرف چل دی۔ گھر پہنچ کر اسے معلوم ہوا کہ عمران اس کی تلاش میں وہاں آیا تھا اور جب اسے بتایا گیا کہ شیبا کی سہیلی کے والد کا انتقال ہو گیا ہے اور وہ وہاں گئی ہے تو عمران سخت مایوسی کے عالم میں واپس چلا گیا تھا۔ شیبا کے ڈیڈی نے پوچھا :

"آخر یہ کیا معمّہ ہے شیبا بیٹی۔ کُچھ ہمیں بھی تو بتاؤ۔"

شیبا نے کہا۔ "ڈیڈی وقت آنے پر میں آپ کو سب کُچھ بتا دوں گی۔ ابھی

پلیز مُجھے اپنی اسکیم پر آزادی سے عمل کرنے دیں۔"

ڈیڈی نے کہا۔ "بیٹی مُجھے تو صرف تمہاری فکر ہے؟ تمہیں کوئی نقصان نہ پُہنچے۔"

شیبا نے آسمان کی طرف اُنگلی اُٹھا کر کہا :

"ڈیڈی! اللہ میری حفاظت کرے گا۔ میں نیکی اور سچّائی کی راہ پر ہوں اور سچّے دِل اپنے وطن کے لوگوں کی خدمت کر رہی ہوں اور اُنہیں آنے والی ایک زبردست تباہی سے بچانے کی جدوجہد کر رہی ہوں۔ مُجھے اللہ پاک پر بھروسہ ہے۔ مُجھے کُچھ نہیں ہوگا۔"

"اللہ تمہاری حفاظت کرے بیٹی۔" ڈیڈی نے شیبا کو دُعا دی۔

شیبا اُسی وقت اپنے کمرے میں گئی۔ ٹیلیے فون کا نمبر گھمایا اور عمران کے

کمرے میں فون کی گھنٹی بج اُٹھی۔ عمران اپنے کمرے میں دونوں ہاتھ پشت پر رکھے بے چینی سے ٹہل رہا تھا۔ گھنٹی بجی تو اس نے رسیور اُٹھا کر کہا، "ہیلو۔" دوسری طرف شیبا کی آواز آئی تو عمران کی پتھرائی ہوئی آنکھیں چمک اُٹھیں بے اختیار بولا :

"تم کہاں چلی گئی تھیں شیبا؟"

شیبا نے کہا۔ "ڈیڈی نے تمھیں بتایا نہیں کیا۔ عمران میری ایک بڑی ہی پیاری سہیلی کے ابّو فوت ہو گئے تھے۔ میں ابھی ابھی وہیں سے آ رہی ہوں اور اب ایک ڈاکٹر کے کلینک میں جا رہی ہوں۔ وہاں میری سہیلی باپ کے صدمے سے بے ہوش پڑی ہے۔ تُم بھی میرے ساتھ چلو۔ پھر ہم وہاں سے قبرستان والے ٹیلوں کی طرف چل دیں گے۔" شیبا نے ایک ہی سانس میں عمران کو اپنی تجویز بیان کر دی۔ اُسے یقین تھا کہ

عمران اس کے ساتھ کلینک جانے پر ضرور تیّار ہو جائے گا اور ایسا ہی ہوا۔ عمران نے کہا:

"تُم گھر پر ہی ٹھیرو۔ میں آرہاہوں۔"

شیبا نے فون کا ریسیور رکھ دیا اور عمران کا انتظار کرنے لگی۔ پندرہ منٹ بعد باہر ایک ٹیکسی آکر رُکی۔ شیبا نے کھڑکی میں دیکھا۔ عمران ٹیکسی سے اُتر کر نے لئے مشینی انداز میں قدم اُٹھاتا شیبا کی کوٹھی کے چھوٹے سے گیٹ کی طرف بڑھ رہا تھا۔ شیبا کھڑکی سے ہٹ گئی۔ اس نے جلدی جلدی اپنے بالوں میں بُرش پھیرا اور اپنا پرس اُٹھا کر دروازے کی طرف بڑھی۔ عمران زینہ چڑھ رہا تھا۔ شیبا کو دیکھتے ہی وہی نقلی اس کے چہرے پر مشینی انداز کی مُسکراہٹ آگئی۔ شیبا اس خطرناک مُسکراہٹ سے بڑی خوف زدہ تھی۔ اس نے بھی مسکراتے ہوئے کہا:

"سوری عمران! تمہیں میرا انتظار کرنا پڑا۔ چلو کلینک کی طرف چلتے ہیں۔ وہاں میں اپنی سہیلی کو دیکھ لوں۔ پھر قبرستان چلے چلیں گے۔"

"او کے۔" عمران نے آہستہ سے کہا اور وہیں سے زینے کی طرف مُڑ گیا۔ نیچے گیٹ کے سامنے ٹیکسی اس نے کھڑی کروا رکھی تھی۔ وہ ٹیکسی میں سوار ہو گئے۔ شیبا نے ڈرائیور کو پروفیسر رضوی کے دوست سرجن حمید کے کلینک کا ایڈریس بتایا اور ٹیکسی شہر کے بارونق بازاروں میں سے گُزرتی اپنی منزل کی طرف روانہ ہو گئی۔

شیبا نے راستے میں ایک دُکان کے آگے ٹیکسی رکوا کر اپنے لیے ایک رومال خریدا۔ دراصل وہ جان بوجھ کر دیر کر رہی تھی تا کہ اتنی دیر میں پروفیسر رضوی اپنے سرجن دوست کو عمران کے بارے میں سب کُچھ بتا دیں۔ شیبا نے پندرہ منٹ دُکان میں ہی لگا دیے۔ عمران ٹیکسی کی کھڑکی

میں سے سر باہر نکال کر بولا :

"شیبا! اب آ جاؤ۔ دیر ہو رہی ہے۔"

اور شیبا دُکان سے نکل کر ٹیکسی میں بیٹھ گئی۔

"سوری عمران! میں رومال کمرے میں ہی بھول آئی تھی۔ چلو ڈرائیور۔"

اور ٹیکسی چل پڑی۔ ڈاکٹر کا کلینک شہر شمالی کنارے ایک خاموش اور الگ تھلگ جگہ پر واقع تھا۔ وہاں کوئی زیادہ رش بھی نہیں تھا۔ کیوں کہ یہ ڈاکٹر کے مریض دیکھنے کا وقت نہیں تھا۔ شیبا عمران کو لے کر ڈاکٹر کے کمرے میں آ گئی۔ وہاں پروفیسر رضوی پہلے سے بیٹھے تھے۔ سرجن حمید بھی موجود تھا۔ شیبا نے عمران کا ڈاکٹر سے تعارف کروایا اور بولی :

"میری سہیلی کا کیا حال ہے؟"

یہ ساری باتیں شیبا نے پروفیسر رضوی کو پہلے بتا دی تھیں کہ وہ وہاں اپنی فرضی بیمار سہیلی کو دیکھنے کا بہانہ بنا کر کے آئے گی۔ سرجن ڈاکٹر نے کہا :

"اسے ابھی ابھی ہوش آیا ہے۔ تُم اُس سے مل سکتی ہو۔ میرے ساتھ آؤ۔"

پھر ڈاکٹر نے سوچی سمجھی اسکیم کے مطابق عمران سے کہا :

"مسٹر عمران !آپ بھی آ جائیں۔"

عمران کی بھی یہی خواہش تھی کہ وہ شیبا کے ساتھ ہی جائے۔ وہ اب شیبا کو ایک پل کے لیے بھی اپنی نظروں سے اوجھل نہیں کرنا چاہتا تھا۔ پروفیسر رضوی خاموشی سے کرسی پر سارا ڈرامہ دیکھتے رہے۔ یہ ساری اسکیم اُنہوں

نے ہی تیّار کی تھی۔ سرجن حمید اپنے ساتھ شیبا اور عمران کو لے کر دوسرے کمرے میں آگیا۔ یہاں ایک صوفہ پڑا تھا۔ سامنے کسی کمرے کا دروازہ تھا۔ ڈاکٹر نے عمران سے کہا :

"آپ یہاں تشریف رکھیں۔"

اور ساتھ ہی شیبا سے کہا :

"تُم اندر جا کر اپنی سہیلی سے مل لو۔ مگر پانچ منٹ سے زیادہ اس کے پاس مت بیٹھنا اور زیادہ باتیں بھی نہ کرنا۔"

شیبا بولی۔ "ٹھیک ہے ڈاکٹر صاحب۔"

اور شیبا دوسرے کمرے میں داخل ہو گئی۔ عمران وہیں باہر والے کمرے کے صوفے پر بیٹھ گیا۔ سرجن حمید بھی وہیں بیٹھ گیا اور عمران سے

موسم کے بارے میں باتیں کرنے لگا۔ اِس کمرے میں داخل ہونے سے پہلے ہی ڈاکٹر نے اپنے سفید کوٹ کی جیب میں ایک چھوٹی سی انجکشن گن رکھ لی تھی۔ اِس گن کا ٹریگر دبانے پر مریض کے بازو پر ٹیکہ لگایا جاتا تھا۔ لیکن اِس وقت ڈاکٹر نے اِس انجکشن گن میں ایک ٹرانکولائزر یعنی فوری بے ہوش کر دینے والا کیپسول ڈال رکھا تھا۔ شیبا جس چھوٹے سے کمرے میں اپنی فرضی سیلی کی مزاج پُرسی کے لیے داخل ہوئی تھی وہاں سوائے گتّے کے ڈبّوں اور کاٹھ کباڑ کے اور کُچھ بھی نہیں تھا۔ دروازہ بند کر کے وہ اس کے سوراخ آنکھ لگا کر ساتھ والے کمرے میں دیکھنے لگی۔

ڈاکٹر اپنے سامنے بیٹھے ہوئے عمران سے باتیں کر رہا تھا۔ عمران صرف ہوں ہاں میں جواب دے رہا تھا۔ اس کے چہرے پہلے جیسی سختی آئی ہوئی تھی۔ سرجن حمید باتیں کرتے کرتے اُٹھا اور بولا: "میں آپ کو یورپ

سے آیا ہوا ایک تازہ میڈیکل رسالہ دکھاتا ہوں جس میں ہمارے اِس شہر کی فضائی آلودگی کے بارے میں ایک بڑا معلوماتی مضمون چھپا ہے۔"

عمران بے زاری سے بیٹھا رہا۔ اُسے ڈاکٹر کی باتوں اوراِس کے رسالے سے کوئی دِل چسپی نہیں تھی۔ وہ توشیبا کے نکلنے کا بے چینی سے انتظار کر رہا تھا۔ سرجن حمید عمران کے صوفے کے مُجھے آ گیا۔ یہاں ایک الماری رکھی تھی۔ ڈاکٹر نے الماری کو کھولا اور باتیں کرتے ہوئے اس میں سے یوں ہی جیسے رسالہ تلاش کرنے لگا۔ دراصل وہ عمران کی گردن کا نشانہ باندھ رہا تھا۔ اس نے کوٹ کی جیب انجکشن گن نکال کر اپنے ہاتھ میں پکڑ لی تھی۔ پھر اس نے یہ کہہ کر الماری بند کر دی کہ رسالہ کوئی لے گیا ہے۔ تیزی سے پلٹا اور انجکشن گن کا مُنہ عمران کی گردن کے پاس لے جا کر ٹریگر دبا دیا۔ ٹھک کی آواز کے ساتھ گن میں سے انجکشن کی سوئی نکل کر عمران

کی گردن میں گھُس گئی۔ سوئی گھُستے ہی اُس کے خون میں بے ہوشی کی دوائی داخل ہو گئی۔

یہ سب کُچھ ایک سیکنڈ میں ہو گیا۔ دوائی اتنی تیزی سے اثر کرنے والی تھی کہ اِس سے پہلے کہ عمران کو کُچھ پتا چلتا اُس کا دماغ سُن ہو گیا اُس کی گردن ڈھلک گئی اور وہ بے ہوش ہو کر وہیں صوفے پر ڈھیر ہو گیا۔

یہ دیکھ کر شیبا جلدی سے باہر آ گئی۔ سرجن حمید نے کہا :

یہ کم از کم چھے گھنٹے تک بے ہوش رہے گا۔ اس سے پہلے اِسے ہوش نہیں آئے گا۔ اِسے ساتھ والے کمرے میں لے جانا ہو گا۔"

دونوں نے بے ہوش عمران کو صوفے پر سے اُٹھایا اور ساتھ والے کمرے میں لے جا کر زمین پر لِٹا دیا۔ پھر دروازے کو تالا لگا دیا گیا۔ ڈاکٹر اور

شیبا کلینک کے اُسی کمرے میں آ گئے جہاں پروفیسر رضوی بیٹھے بے چینی سے اپنی اُنگلیاں چٹخا رہے تھے۔ ڈاکٹر اور شیبا کو دیکھتے ہی پوچھا :

"کیا ہوا؟"

ڈاکٹر نے مُسکرا کر کہا :

"عمران اسٹور روم میں بے ہوش پڑا ہے۔ اُسے چھے گھنٹے سے پہلے ہوش نہیں آئے گا۔ تھوڑی دیر میں میں کلینک بند کرنے والا ہوں۔ اِس کے بعد ہم عمران کا آپریشن کریں گے۔"

شیبا اور پروفیسر کلینک میں ہی بیٹھے رہے۔ جب کلینک بند ہونے کا وقت ہو گیا تو سرجن حمید نے اپنے کمپاؤنڈر کو چھُٹّی دے دی۔ اُس کے جانے کے بعد ڈاکٹر نے دروازہ لاک کیا اور پروفیسر سے کہا :

"پروفیسر تمہیں میرا ہاتھ بٹانا ہوگا۔ آپ لوگ میرے ساتھ آئیں۔"

کلینک کے سب سے پچھلے کمرے میں سرجن حمید کا آپریشن تھیٹر تھا۔ یہاں وہ چھوٹے موٹے آپریشن کیا کرتا تھا۔ بے ہوش عمران کو اسٹریچر پر ڈال کر وہ سب سے پہلے ایکس رے روم میں لے آئے۔ یہاں عمران کو ایکس رے مشین کے نیچے پہلے سیدھا لِٹا کر اُس کا ایکس رے لیا گیا۔ ایکس رے بالکل صاف تھا۔ اس میں کوئی سے رکھی ہوئی نظر نہیں آ رہی تھی۔ پھر عمران کی کھوپڑی کا ایکس رے لیا گیا۔ کھوپڑی میں بھی کُچھ نہ ملا۔ اِس کے بعد عمران کو اسٹریچر اُلٹا ڈال کر جب ایکس رے لیا گیا تو ڈاکٹر یہ دیکھ کر چونک پڑا کہ عمران کی ریڑھ کی ہڈّی کے ساتھ ایک چھوٹا سا کیپسول پیوست تھا۔

ڈاکٹر نے ایکس رے شیبا اور پروفیسر کو دکھایا۔ شیبا نے کہا: "ڈاکٹر! یہی

وہ کیپسول ہے جس کے ذریعہ سے خلائی مخلوق عمران کو کنٹرول کر رہی ہے۔ اللہ کے لیے اِسے باہر نکال دو۔ میرا شک درست نکلا۔ سانپ نے بھی مُجھے ٹھیک کہا تھا۔"

سرجن حمید کپڑا ہٹا کر عمران کی کمر کو غور سے دیکھ رہے تھے۔ اُسے ریڑھ کی ہڈّی کے قریب کھال میں ہلکا سا زخم کا نشان دکھائی دیا۔ اس نشان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے سرجن حمید نے کہا :

"کسی بڑی اعلا تکنیک کے ساتھ کیپسول عمران کے جسم میں داخل کر کے زخم کے نشان کو فوری طور پر ختم کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ اگر یہ واقعی کسی خلائی مخلوق کا کام ہے تو وہ لوگ میڈیکل سرجری میں ہم سے بہت آگے ہیں۔"

پروفیسر رضوی بولے :

"ڈاکٹر! ہر باتیں بعد میں ہوں گی۔ اس وقت جتنی جلدی ہو سکے اِس خلائی کیپسول کو نکال باہر پھینکو۔"

اُسی وقت عمران کو اسٹریچر پر ڈال کر آپریشن تھیٹر لے جایا گیا۔ وہ تو پہلے ہی سے بے ہوش تھا۔ سرجن حمید نے اِس کے باوجود بے ہوشی کی دوائی والا دوسرا انجکشن بھی تیّار کر کے اپنے پاس رکھ لیا اور فوراً عمران کی کمر کا آپریشن شروع کر دیا۔ یہ بڑا معمولی سا آپریشن تھا۔ کمر میں ریڑھ کی ہڈّی سے ایک انچ کے فاصلے پر ڈاکٹر نے چاقو سے ایک شگاف لگایا اور پہلے کھال کو پیچھے کیا۔ پھر گوشت کو تھوڑا سا کاٹا۔ ساتھ ہی ساتھ شیبا قریب کھڑی خون صاف کرتی جا رہی تھی۔ گوشت ایک طرف ہٹا تو نیچے سیکرٹ کیپسول نظر آ گیا۔ ڈاکٹر نے چمٹی ڈال کر تھوڑی سی کوشش کے بعد سیکرٹ کیپسول باہر نکال لیا۔ اُسے غور سے دیکھا اور المونیم کی تھالی میں ڈال دیا۔ پھر زخم

میں دوائی لگا کر اسے بند کیا۔ تانکے لگائے اور پٹّی کس کر باندھ دی۔ شیبا نے سیکرٹ کیپسول پلاسٹک کے لفافے میں ڈال کر اپنے پاس رکھ لیا۔

پروفیسر رضوی کہنے لگا:

"شیبا بیٹی! کہیں خلائی مخلوق کے سگنل کا تُم پر اثر نہ ہونے لگے۔ کیپسول کو پھینک دو۔"

سرجن ڈاکٹر بولا:

"میرے خیال میں اِس کے سگنل کا اثر صرف اُس وقت ہوتا ہے جب یہ آدمی کے جسم کے اندر پیوست ہو۔ پھر بھی احتیاط ضروری ہے۔ شیبا بیٹی تم اِسے پھینک ہی دو تو اچھّا ہے۔"

مگر شیبا اُسے پھینکنا نہیں چاہتی تھی۔ کہنے لگی:

”جناب! میں گھر لے جا کر اس کا تجزیہ کرنا چاہتی ہوں اس کے بعد اسے زمین میں دبا دوں گی۔ اِس وقت سوال یہ ہے کہ عمران کو کہاں رکھیں ہے۔“

پروفیسر مُسکرا کر بولے :

”عمران کی اب فکر کیوں کرتی ہو بیٹی۔ وہ تو ہوش میں آنے کے بعد بالکل نارمل اور پہلے جیسا عمران بن جائے گا۔ یعنی اپنی اصلی پہلے والی حالت میں آ جائے گا۔ اِسے تو ہم خود سب کُچھ بتا دیں گے کہ اِس کے ساتھ کیا حادثہ پیش آ گیا تھا۔“

”ہاں یہ تو میں نے سوچا ہی نہیں تھا۔“ شیبا نے مُسکرا کر کہا۔

سرجن حمید کہنے لگا :

”میں اِسے ساتھ والے کمرے میں رکھ لیتا ہوں۔ ہم لوگ یہیں ہیں۔ بس اِس کے ہوش میں آنے کا انتظار کرنا ہوگا۔“

پروفیسر رضوی نے شیبا کی طرف متوجّہ ہو کر کہا :

”بیٹی شیبا! تُم عمران کے پاس رہنا کیوں کہ تم ہی اِسے ہوش میں آنے کے بعد ساری بات بتاؤ گی۔ ہم ساتھ والے کمرے میں بیٹھے ہیں۔“

ڈاکٹر اور پروفیسر رضوی کلینک کے آفس میں آ کر بیٹھ گئے۔ ڈاکٹر نے پروفیسر سے کہا :

”پروفیسر ایک بات ثابت ہو گئی ہے کہ اِس شہر میں خلائی مخلوق اُتر آئی ہے۔ یہی مخلوق عمران کی کمر میں کیپسول پلانٹ کر کے اِسے کنٹرول کر رہی تھی۔ جیسا کہ شیبا نے بتایا ہے کہ یہ خلائی مخلوق کسی دور دراز سیّارے

سے آئی ہے اور ہمارے شہر اور پھر ہماری دُنیا میں اپنا کوئی خطرناک قاتل مشن شروع کرنے والی ہے۔ میرا خیال ہے ہیں پولیس کو خبر کر دینی چاہیے۔"

پروفیسر کہنے لگا:

"شیبا نے پولیس کو اِطّلاع کی تھی، مگر پولیس انسپکٹر نے یہ کہہ کر شیبا کو تھانے سے بھیج دیا تھا کہ اُس پر بھُوت پریت کا سایہ ہو گیا ہے۔ وہ جا کر اپنا علاج کرائے۔"

سرجن حمید بولے:

"ہم پولیس کو ساتھ لے کر خلائی مخلوق کے خُفیہ ٹھکانے پر چھاپہ تو مار سکتے ہیں۔"

پروفیسر نے کہا :

"پولیس خلائی مخلوق کے شہر میں اُترنے پر یقین ہی نہیں کرے گی وہ چھاپہ مارنے کیسے جائے گی۔"

اِدھر یہ باتیں ہو رہی تھیں اور دوسری طرف شیبا عمران کے پلنگ کے پاس کُرسی پر بیٹھی کوئی رسالہ پڑھ رہی تھی۔ عمران بے ہوش تھا۔ اُس کا جسم گردن تک ہسپتال والے لال کمبل سے ڈھکا ہوا تھا۔ وقت گزرتا چلا گیا۔ جب انجکشن کی دوائی کا اثر ختم ہوا تو عمران نے آہستہ سے آنکھیں کھول کر چھت کی طرف دیکھا اور دھیمی آواز میں پوچھا :

"میں کہاں ہوں ؟"

شیبا نے جلدی سے رسالہ پھینک دیا اور عمران سے کہا :

"عمران بھائی! تُم بڑی محفوظ جگہ پر ہو۔ سب ٹھیک ہو گیا ہے۔"

عمران کو اپنی کمر میں درد محسوس ہوا۔ اُس نے پوچھا :

"میری کمر میں درد کیوں ہو رہا ہے۔ کیا میں کسی ہسپتال میں ہوں شیبا؟"

شیبا کو عمران کی آواز اور اُس کے لہجے میں پہلے والی نرمی اور خوش اخلاقی محسوس ہو رہی تھی۔ اس نے کہا :

"عمران بھیّا ابھی تُم آرام کرو۔ تمہارا معمولی سا آپریشن کیا گیا ہے۔ میں تمہیں سب کُچھ بتا دوں گی۔"

عمران نے گردن گھُما کر شیبا کی طرف دیکھا اور بولا :

"مُجھے کیا ہو گیا تھا؟ میں تو خلائی مخلوق کی قید میں تھا شیبا۔ پھر مُجھے وہاں سے کون نکال کر لایا ہے۔ کیا خلائی مخلوق کا خُفیہ ٹھکانا تباہ کر دیا گیا ہے؟ اللہ

کرے ایسا ہی ہو۔ مُجھے بتاؤ شیبا۔ میں بالکل ہوش میں ہوں۔"

عمران کی اپنی ساری یادداشت واپس آگئی تھی۔ اُسے صرف اتنا یاد تھا کہ وہ خلائی مخلوق کے زمین روز تہہ خانے میں قید تھا۔ اس کے جسم کو ایک ہلکا سا جھٹکا لگا اور وہ بے ہوش ہو گیا تھا۔

شیبا نے سوچا کہ عمران کو سب کُچھ بتا ہی دینا چاہیے۔ چناں چہ اس نے عمران کو شروع سے لے کر آخر تک سارے واقعات تفصیل سے سُنا دیے۔ عمران نے آنکھیں بند کرلیں اور بولا:

"یا اللہ! تیرا شکر ہے کہ میں خلائی دشمنوں کے کنٹرول سے آزاد ہوا۔"

پھر آنکھیں کھول کر شیبا کی طرف دیکھا اور کہنے لگا:

"مُجھے معاف کر دینا شیبا بہن! میرے دِل میں اگر تمھارے خلاف دُشمنی کا

خیال آیا تھا تو وہ خلائی مخلوق کے کیپسول کی وجہ سے تھا۔ اس میں میرا کوئی دخل نہیں تھا۔ اس کو تو وہ لوگ پیچھے سے کنٹرول کر رہے تھے۔"

شیبا بولی۔ "میں جانتی ہوں عمران! تمہارا کوئی قصور نہیں۔ میں تو اللہ کا لاکھ لاکھ شُکرادا کرتی ہوں کہ پروفیسر رضوی صاحب اور اُن کے ڈاکٹر دوست کی مدد سے تمہیں خلائی کیپسول کی مُصیبت سے نجات ملی۔"

عمران نے تشویش کے ساتھ کہا:

"مگر شیبا! خلائی مخلوق کو تو پتا چل گیا ہو گا کہ میں اُن کے کنٹرول سے باہر ہو گیا ہوں۔ وہ ضرور ہماری تلاش میں ہوں گے۔"

شیبا بولی:

"جو ہو گا دیکھا جائے گا۔ ہم خلائی دُشمنوں کا مُقابلہ کریں گے اور اُن کو تہس

نہس کر کے ہی دم لیں گے۔ تُم ابھی آرام کرو۔"

اور عمران نے آنکھیں بند کر لیں۔ شیبا نے دوسرے کمرے میں جا کر سرجن حمید اور پروفیسر رضوی کو خوش خبری سُنائی کہ عمران کو ہوش آ گیا ہے۔ میں نے اُسے سب کُچھ بتا دیا ہے اور وہ بالکل نارمل ہے اور پہلے والی حالت میں واپس آ گیا ہے۔ پروفیسر اور سرجن حمید کو بھی یہ سُن کر بڑی خُوشی ہوئی۔ لیکن خلائی چیف طوطم بے حد پریشان تھا۔ کمپیوٹر پر سے عمران کی اسکریننگ یعنی اس کا ڈھانچہ غائب ہو گیا تھا۔ اِس کے سگنل بھی سیکرٹ کیپسول تک نہیں پہنچ رہے تھے۔

خلائی لاش چل پڑی

طوطم نے بہت کوشش کی مگر کمپیوٹر کی اسکرین پر عمران کا ڈھانچہ نمودار نہ ہوا۔ اُس کے چہرے پر تشویش کے اثرات اُبھر آئے۔ کمپیوٹر کی اسکرین پر سے عمران کے ڈھانچے کے غائب ہونے کی وجہ سوائے اِس کے اور کُچھ نہیں ہو سکتی تھی کہ عمران کی کمر میں لگایا گیا سیکرٹ کیپسول کسی طریقے نکال لیا گیا ہے۔

طوطم پریشان ہو کر کمپیوٹر کے کی بورڈ پر انگلیاں چلانے لگا۔ مگر کوئی نتیجہ نہ نکلا۔ اتنے میں خلائی آدمی اندر آیا اور خلائی زبان میں بتایا کہ اپنے سیّارے اوٹان سے عاطون آگیا ہے۔ یہ سُن کر طوطم چیف اُٹھ کھڑا ہوا۔ عاطون اُن کے سیّارے کا سب سے زیادہ ظالم شخص تھا اور سیّارے کے حاکم گریٹ کنگ کا خاص ساتھی تھا۔ اس کی آمد کا سُن کر طوطم گھبرا گیا کہ وہ اچانک کیسے زمین کے سیّارے پر آگیا۔ خلائی آدمی نے کہا :

"وہ ابھی سلنڈر میں خلا سے بیم ڈاؤن ہوا ہے۔"

زیرِ زمین لیبارٹری کی راہ داری میں عاطون کے قدموں کی آواز گونجی۔ طوطم جلدی سے سیدھا ہو گیا۔ اتنے میں لیبارٹری کے اندر ایک اُونچے قد اور کرخت چہرے والا خلائی آدمی اکڑتا ہوا داخل ہوا۔ اس کا خلائی لباس سیاہ رنگ کا تھا اور کمر کے ساتھ خلائی گن لٹک رہی تھی۔ طوطم نے اُسے

اٹینشن ہو کر سلیوٹ کیا۔ عاطون نے آتے ہی سخت لہجے میں پوچھا :

"تم لوگ یہاں کیا کر رہے ہو؟ ابھی تک قاتل مشن شروع کیوں نہیں کیا؟ گریٹ کنگ تُم سب کو ایٹمی بھٹّی میں ڈال دے گا۔"

خوطم نے کہا :

"گریٹ عاطون! ہم قاتل مشن شروع کر چکے ہیں۔ اسکالا کی خلائی لاش کو قبر میں اُتار کر سیٹ کر دیا گیا ہے۔ وہ قبر نکل کر ایکشن شروع کرنے کے لیے بالکل تیّار ہے۔"

عاطون نے کمپیوٹر کی طرف نگاہ اُٹھائی اور بولا :

"اور عمران اور شیبا کا کیا ہوا؟ کیا اُنھوں نے اپنا کام شروع کر دیا ہے؟"

طوطم نے کی قدر کھسیانا سا ہو کر کہا :

"گریٹ عاطون! ایک ٹریجڈی ہوگئی ہے۔ شیبا نکل بھاگی تھی اور عمران کی کمر میں لگایا گیا سیکرٹ کیپسول بھی کسی ترکیب سے نکال دیا گیا ہے۔"

عاطون غُصّے سے چیخ اُٹھا:

"تُم سب نا اہل ہو۔ کیا تمھیں پتا نہیں کہ ہمارے سیّارے پر پراسرار خلائی بیماری کا اثر بڑھتا جا رہا ہے۔ اگر تُم لوگوں نے دیر کر دی تو جانتے ہو ہمارے سیّارے کی ساری مخلوق اذیت کی موت مر جائے گی"

طوطم بولا۔ "گریٹ عاطون! ہم شیبا اور عمران کو دوبارہ کنٹرول میں کر لیں گے اور پھر اسکالا کی خلائی لاش کو قبر سے شہر کی طرف روانہ کر دیں گے۔"

عاطون نے کُرسی کو ٹھوکر مار کر ایک طرف لڑھکا دیا اور خلائی دستانے اُتارتے ہوئے دوسری کرسی پر بیٹھ گیا اور بولا:



"میں گریٹ کِنگ کی طرف حُکم لے کر آیا ہوں۔ شیبا اور عمران کو ابھی رہنے دو۔ اُنہیں ہم کسی بھی وقت پکڑ سکتے ہیں۔ آج رات خلائی لاش اسکالا کو قبر سے نکال کر شہر کی طرف روانہ کر دیا جائے گا۔ ہمیں فوری طور پر اِس شہر کے سب سے لائق اور قابل سائنس داں کی ضرورت ہے جو ہمارے سیّارے پر جا کر خلائی بیماری کے وائرس کی تحقیق کر سکے۔ کیوں کہ خلائی وائرس کے معاملے میں اِس شہر کے سائنس دانوں نے بہت ترقّی کرلی ہے۔ اِس کے علاوہ ہمیں شہر سے ایک ایسے خونی قاتل کی ضرورت ہے جس کو پھانسی کی سزا سُنائی گئی ہو۔ یہ دونوں انسان مُجھے ایک ہفتے کے اندر اندر ہی اپنے سیّارے پر پہنچانے ہیں۔"

خوطم نے پورے یقین کے ساتھ کہا:

"ہم اِس مشن کو ایک ہفتے سے بھی پہلے پورا کر لیں گے گریٹ عاطون۔

خلائی لاش اپنا مشن شروع کرنے کے لیے پوری طرح تیّار ہے۔"

عاطون کُرسی چھوڑتے ہوئے بولا:

"ٹھیک ہے۔ آج رات ہم خلائی لاش کو روانہ کر دیں گے۔ اب میں آرام کرنے جا رہا ہوں۔ اتنی دیر میں تُم اپنے کمپیوٹر پر شہر کی جیل میں پھانسی پانے والے قاتل اور شہر کے سب سے لائق سائنس داں کا ڈیٹا معلوم کر کے تیّار رکھو تاکہ ہم اِس ڈیٹا کو خلائی لاش میں فیڈ کر دیں۔"

"بہت بہتر جناب۔" طوطم نے سلیوٹ کرتے ہوئے کیا۔ عاطون لیبارٹری سے نکل کر دوسرے زمین دوز کمرے میں چلا گیا۔

اس کے جاتے ہی طوطم کمپیوٹر کے سامنے بیٹھ گیا۔ اس کے پاس کی تمام اہم شخصیات اور خُونی قاتلوں کی پوری تفصیل کمپیوٹر ایک چھوٹی سی ڈسک

پر موجود تھی۔ اُس نے ڈسک کمپیوٹر میں ڈالی اور کی بورڈ پر اُنگلیاں چلانے لگا۔ سب سے پہلے اس نے معلوم کیا کہ شہر کا سب سے قابل سائنس داں اور ماہر ڈاکٹر کون ہے؟

تھوڑی ہی دیر میں کمپیوٹر پر ایک عورت کا نام اُبھر آیا۔ نام کے نیچے اُس عورت کا پتا اور اُس کی تعلیمی ڈگریاں اور زندگی کے حالات بھی درج تھے۔ اُس عورت کا نام ڈاکٹر سُلطانہ تھا جو شہر کے نیوکلیائی سائنس ریسرچ انسٹیٹیوٹ کی پرنسپل تھی۔ کمپیوٹر نے بتایا کہ ڈاکٹر سُلطانہ سے بڑھ کر اِس ملک میں دوسرا کوئی قابل ڈاکٹر نہیں۔ اور یہی وہ سائنس داں ہے جو اوٹان سیّارے پر تیزی پھیلنے والی پُراسرار خلائی بیماری کا سُراغ لگا کر اسے ختم کر سکتی ہے۔

طوطم نے ڈاکٹر سُلطانہ کے سارے حالات نوٹ کر لیے۔ اب اُس نے

شہر کے سب سے بڑے خُونی قاتل کی تلاش شروع کی۔ اِس کی انگلیاں کمپیوٹر کے کِی بورڈ پر تیزی سے حرکت کر رہی تھیں۔ کمپیوٹر کے اسکرین پر ایک خُونی قاتل کا نام اور اُس کے جرائم کی فہرست اُبھر آئی۔ یہ بہرام قاتل تھا جس نے اب تک پچاس آدمیوں کو قتل کیا تھا اور اِس وقت وہ شہر کی سب سے بڑی جیل کی پھانسی کی کوٹھڑی میں بند موت کا انتظار کر رہا تھا۔ کمپیوٹر نے بتایا کہ بہرام قاتل کو دو دِن بعد پھانسی دے دی جائے گی۔ طوطم نے قاتل کا ڈیٹا بھی نوٹ کر لیا۔

اِس کے بعد طوطم نے ڈاکٹر سُلطانہ اور بہرام قاتل کے مواد کو ایک چھوٹی سی ڈسک میں فیڈ کر دیا۔ اِس ڈسک کا سائز آدمی کو انگلی کے ناخن کے برابر تھا۔ ایک گھنٹے بعد وہ عاطون کے سامنے بیٹھا اُسے لیڈی ڈاکٹر سُلطانہ اور بہرام قاتل کے بارے میں پوری تفصیلات کمپیوٹر پر دِکھلا رہا تھا۔ عاطون

نے سر ہلاتے ہوئے کہا :

"ٹھیک ہے۔ ہم سب سے پہلے پھانسی کا انتظار کرنے والے قاتل بہرام کو اغوا کر کے اپنے سیّارے پر پہنچائیں گے۔ یہ کام آج آدھی رات کے بعد ہو جانا چاہیے۔ اِس کے بعد لیڈی ڈاکٹر سُلطانہ کو اغوا کر کے اپنے سیّارے پر پہنچایا جائے گا۔ اگر بہرام قاتل کو پھانسی نہ ملنے والی ہوتی تو ہم پہلے ڈاکٹر سُلطانہ کو اغوا کرتے۔ بہر حال تُم تیّار رہنا۔ آدھی رات کو ہم خلائی لاش کی قبر پر جا رہے ہیں۔"

یہ کہہ کر عاطون دوسرے کمرے میں چلا گیا۔

ادھر سیکرٹ کیپسول نکل جانے کے بعد عمران بالکل ٹھیک ہو گیا تھا۔ اُسے کُچھ بھی یاد نہیں رہا تھا کہ خلائی مخلوق کے کنٹرول میں رہ کر وہ کیا کیا کرتا رہا ہے۔ اب وہ پھر پہلے جیسا عمران بن چکا تھا جو شیبا کا بھائی تھا اور خلائی

مخلوق کو اپنے خطرناک مشن شروع کرنے سے پہلے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ختم کر دینے پر تُلا ہوا تھا تاکہ دُنیا کی مخلوق اُن کے مشن کی تباہی و بربادی سے بچ جائے۔ اِس ایڈونچرس مگر بے حد خطرناک مُہم میں اب سائنس کا پروفیسر رضوی اور سرجن حمید بھی اُن کے ساتھ تھے۔ عمران کی کمر کا زخم ابھی اچھّا نہیں ہوا تھا۔ سرجن حمید نے اُسے چند روز آرام کرنے کا مشورہ دیا تھا۔ عمران کے امّی ابّو بھی بڑے خوش تھے کہ عمران پھر سے صحت مند ہو گیا ہے۔ اُنھوں نے شیبا اور عمران کو سختی سے منع کر دیا تھا کہ اب وہ کسی خلائی مخلوق کا نام زبان پر نہ لائیں۔ شیبا اور عمران خود بھی اپنے ماں باپ کو خلائی مخلوق اور اُن کے خلاف اپنی مُہم کے بارے میں کُچھ نہیں بتانا چاہتے تھے۔ پروفیسر رضوی نے بھی اُنہیں یہی مشورہ دیا تھا کہ وہ اِس راز کو راز ہی رکھیں۔ تاکہ وہ اپنے طور پر پوری جانفشانی اور توجّہ سے خلائی

مخلوق کے ٹھکانے کو جلا کر بھسم کرنے کے پروگرام پر عمل کر سکیں۔

عمران سرجن حمید کے کلینک میں ہی آرام کر رہا تھا۔ شیبا دِن میں دو تین بار آ کر اُس کی خبر لے جاتی تھی۔ رات کو ایک ملازم عمران کے کمرے میں ہی سوتا تھا۔ عمران نے شیبا کو خبر دار کر دیا تھا کہ خلائی مخلوق کو پتا چل چکا ہے کہ میں اُن کے کنٹرول سے نکل چکا ہوں اور اب وہ میری تلاش میں ہوں گے۔ شیبا نے جواب دیا تھا :

"وہ تو مُجھے بھی ڈھونڈ رہے ہوں گے۔ مگر تُم فکر نہ کرو اِس بار وہ اپنے ناپاک مقصد میں کام یاب نہیں ہو سکیں گے۔"

عمران بولا۔ "اس کے لیے ہمیں بہت چوکس رہنا ہو گا۔ میں دو تین دِن میں چلنے کے لائق ہو جاؤں گا پھر ہم خلائی کمیں گاہ کے ٹیلوں میں ڈائنا مائٹ لگا کر سارے ٹیلوں کو دھماکے سے اُڑا دیں گے تا کہ دُشمن

خلائی مخلوق اِس میں بھسم ہو کر رہ جائے۔

حقیقت یہ تھی کہ عمران اور شیبا کو خلائی مخلوق کی زبردست طاقت اور خلائی سائنس میں بے پناہ ترقّی کا ابھی تک علم ہی نہیں تھا۔

چناں چہ جب رات کے ٹھیک بارہ بجے توطوطم اور عاطون اپنی زیرِ زمین کمیں گاہ سے نکل کر آسیبی قبرستان کی طرف چل پڑے۔ اُس وقت آسمان پر ہلکے ہلکے بادل چھائے ہوئے تھے۔ چاروں طرف گہری موت جیسی خاموشی تھی۔ آسیبی قبرستان میں مدھم مدھم پُراسرار دھند سی چھائی ہوئی تھی۔ پرانی شکستہ قبروں میں سے گزرتے دونوں خلائی آدمی اُس قبر کے پاس آ کر رُک گئے جس کے اندر خلائی لاش اسکالا کا تابوت رکھا ہوا تھا۔

عاطون نے اپنی خلائی گن کا رُخ قبر کی طرف کر کے بٹن دبایا۔ گن میں سے

نیلے رنگ کی شُعاع نکل کر قبر پر پڑی۔ وہاں ایک گڑھا پڑ گیا۔ قبرستان کی مدھم دھند میں اُنہیں خلائی لاش کا تابوت نظر آنے لگا۔ عاطون نے طوطم کو اشارہ کیا۔ طوطم قبر میں اُتر گیا۔ اُس نے تابوت کا ڈھکنا اُٹھا دیا۔ تابوت میں خلائی لاش بالکل سیدھی لیٹی ہوئی تھی۔ اُس کے سینے میں سیاہ جیکٹ کے نیچے خنجر کا گہرا زخم تھا۔ آنکھیں پتھرّ کی طرح تھیں اور اوپر آسمان کو ٹکٹکی باندھے تک رہی تھیں۔ طوطم نے جیب سے چاقو نکال کر اُس کی نوک خلائی لاش کی کھوپڑی پر کان کے اوپر رکھ دی۔ یہ خلائی چاقو تھا۔ کھوپڑی کے ساتھ نوک کے لگتے ہی چاقو اپنے آپ خلائی لاش کی کھوپڑی توڑ کر اندر گھُس گیا۔ طوطم نے کھوپڑی میں تھوڑا سا شگاف ڈالا۔ پھر جیب سے کمپیوٹر کی وہ ننھّی سی ڈسک لاش کے دماغ میں ایک طرف چپکا دی جس میں بہرام قاتل اور شہر کی سب سے قابل سائنس داں ڈاکٹر سُلطانہ کا سارا

ڈیٹا درج تھا۔ ڈسک لاش کے دماغ میں لگانے کے بعد اُس خلائی چاقو کی مدد سے طوطم نے لاش کی کھوپڑی کو بند کر دیا۔ عاطون قبر کے باہر کھڑا یہ ساری کارروائی دیکھ رہا تھا۔

طوطم بھی قبر سے باہر آ گیا۔ عاطون کے ہاتھ میں المونیم کی ایک پنسل تھی جس میں تین چار سفید نُقطے چمک رہے تھے۔ عاطون نے ایک نقطے پر انگلی رکھی تو تابوت کے اندر لاش میں حرکت ہوئی۔ طوطم اور عاطون پیچھے ہٹ گئے۔ لاش تابوت میں سے اور قبر کے گڑھے سے باہر نکل کر بالکل سیدھی کھڑی ہو گئی۔ عاطون نے اپنی خاص خلائی زبان میں کہا :

"اسکالا : تُم جانتے ہو تمہیں کیا کرنا ہے۔ ساری تفصیل تمہارے دماغ میں ڈال دی گئی ہے۔ تمہارے مُردہ جسم میں وہ خاص طاقت بھی بھر دی گئی ہے جو اس دُنیا کے کسی بڑے سے بڑے طاقت ور آدمی کو ساری زندگی

نصیب نہیں ہو سکتی۔ سب سے پہلے تمہیں اِس شہر کی سب سے بڑی جیل میں جا کر بہرام کو اغوا کر کے اپنی خلائی کمیں گاہ میں لانا ہو گا۔ اِس کے بعد کل رات تُم سائنس داں خاتون، ڈاکٹر سُلطانہ کو اغوا کرنے جاؤ گے۔ کیا تم میری باتیں سمجھ رہے ہو؟"

خلائی لاش کے حلق سے گڑگڑاہٹ کی ایک دھیمی سی آواز نکلی اور اُس نے سر کو یوں آہستہ سے ہلایا جیسے کہہ رہا ہو کہ میں نے سب کُچھ سُن لیا ہے۔ سب سمجھ گیا ہوں۔"

عاطون نے کہا۔ "اچھّا اب اپنے مشن پر روانہ ہو جاؤ۔"

اور عاطون نے فلائی پنسل کا دوسرا نقطہ دبا دیا۔ خلائی لاش کو ایک ہلکا سا جھٹکا لگا اور وہ قبرستان سے چل پڑی۔ خلائی لاش یوں چل رہی تھی کہ چلتے ہوئے اُس کے بازو بالکل نہیں ہل رہے تھے۔ جب لاش قبرستان کی

دھند میں عاطون اور طوطم کی نگاہوں سے اوجھل ہو گئی تو عاطون بولا :

"طوطم! لیبارٹری چلو۔ اسکالا لاش کی واپسی کا ہم کمیں گاہ میں انتظار کریں گے۔"

اور دونوں خلائی آدمی واپس اپنی کمیں گاہ کی طرف چل دیے۔ خلائی لاش قدم قدم چلتی قبرستان سے باہر آ گئی تھی۔ لاش کے بھاری قدموں تلے خُشک پتّے کُچلے چلے جا رہے تھے۔ وہ اندھیرے اور دھند میں چل رہی تھی۔ لاش کا قد چھے فیٹ سے نکلتا ہوا تھا۔ اُس کے جسم پر سیاہ رنگ کا چمڑے کا لباس تھا۔ سینے کے زخم کا شگاف جیکٹ میں سے تھوڑا سا نظر آ رہا تھا۔ پاؤں میں بھاری سیاہ جوتے تھے جن پر خُشک کیچڑ جمی ہوئی تھی۔ آنکھیں پتھرائی ہوئی تھیں اور بالکل سیدھ میں تک رہی تھیں۔ رات کی تاریکی میں میدان عبور کر کے اسکالا کی خلائی لاش شہر کو جانے والی سڑک پر

آ کر رُک گئی۔ ایک نظر دُور شہر کی جھلملاتی روشنیوں پر ڈالی۔ لاش کے حلق سے دھیمی سی گڑگڑاہٹ کی آواز نکلی اور وہ سڑک پر شہر کی سب سے بڑی جیل کی طرف چل پڑی۔

لاش کی کھوپڑی میں لگی ڈسک اُس کی رہنمائی کر رہی تھی۔ لاش سڑک پر کُچھ دُور ہی چلی تھی کہ پیچھے سے ایک خالی رکشا آ کر اُس کے پاس رُک گیا۔ رکشا والے نے سوچا کہ شہر کی کوئی سواری ہے۔ اُس سے مُنہ مانگے دام وصول کروں گا۔ لاش بھی رُک گئی۔ رکشے والے نے مُنہ باہر نکالے بغیر کہا:

"صاحب شہر جانا ہے تو بیٹھ جاؤ۔ پانچ روپے لے لوں گا۔"

لاش بالکل ساکت کھڑی تھی۔ رکشا والے نے دوسری بار آواز دی:

"صاحب کیا سوچ رہے ہو۔ بیٹھ جاؤ رکشے میں۔ تُم چار روپے ہی دے

دینا۔ میں شہر کی طرف ہی جا رہا ہوں۔"

جب پھر بھی لاش نے کوئی جواب نہ دیا تو رکشا والے نے سر باہر نکالا اور کہا:

"کیا بات ہے صاحب! کیا سوچ رہے ہو؟"

تب لاش نے اپنی گردن گھُما کر رکشے والے کی طرف دیکھا۔ رکشے والے کے بدن میں سنسنی دوڑ گئی۔ لاش کی پتھرائی ہوئی آنکھیں اُس کے چہرے پر جمی ہوئی تھیں۔ رکشے والا ڈر گیا کہ ضرور یہ کوئی بھُوت پریت ہے جو آدھی رات کو آسیبی قبرستان سے نکل کر سڑک پر آ گیا ہے۔ وہ رکشا آگے بڑھانے ہی لگا تھا کہ لاش نے ہاتھ بڑھا کر رکشے کی چھت کو پکڑ لیا۔ پھر اسے ایک جھٹکے سے اوپر اُٹھایا۔ رکشا والا اُچھل کر رکشے سے سڑک پر گرا اور چیخ مار کر ایسا بھاگا کہ مُڑ کر بھی نہ دیکھا۔ لاش نے خالی رکشے کو ایک

کھلونے کی طرح ہاتھ میں اوپر اٹھا رکھا تھا۔ پھر اُسے زور سے سڑک پر پٹخ دیا۔ رکشا دو ٹکڑے ہوگیا۔ لاش نے پاؤں سے رکشے کے ٹکڑوں کو بُری طرح کُچل ڈالا۔ اِس کام سے فارغ ہوکر وہ شہر کی طرف چلنے لگی۔

کتنے ہی آدمیوں کو قتل کرنے کے بعد بے رحم بہرام قاتل شہر کی سب سے بڑی جیل کی پھانسی کی کوٹھڑی میں بیٹھا اپنی موت کی گھڑیاں گِن رہا تھا۔ عدالت سے اُس کو پھانسی کی سزا کا حُکم سُنا دیا گیا تھا۔ اُس کی رحم کی اپیل بھی خارج ہوگئی تھی۔

اُس کی موت کا بلیک وارنٹ بھی جیل کے سپرنٹنڈنٹ کو مل چُکا تھا۔ کل رات اُسے پھانسی کے تختے پر لٹکایا جانا تھا۔ ساری اُمّیدیں ختم ہوگئی تھیں۔ بہرام قاتل پھانسی کی چھوٹی سی کوٹھڑی میں فرش پر بیٹھا اللہ کو یاد کر رہا تھا اور گڑگڑا کر دِل میں اللہ سے اپنے گناہوں کی معافی مانگ رہا تھا۔ مگر

قُدرت کے قانون تو اٹل ہوتے ہیں۔ جو کسی کی جان لیتا ہے اُسے ایک نہ ایک دِن پھانسی کا پھندا اپنے گلے میں ڈالنا ہی پڑتا ہے۔ جو گُناہ کرتا ہے اُسے اُس کی سزا مل کر ہی رہتی ہے۔ انسان کو چاہیے کہ وہ پہلے ہی سوچ سمجھ کر عقل مندی سے کام لے اور ہمیشہ اللہ کا خوف دِل میں رکھے اور نیک کام کرے۔ برائی کے خیال کو اپنے نزدیک بھی نہ آنے دے۔

پھانسی کی کوٹھڑی کے آگے ایک چھوٹا سا برآمدہ تھا جہاں ایک سپاری بندوق کندھے پر رکھے ٹہل رہا تھا۔ کوٹھری کے آگے لوہے کا جنگلا لگا تھا جس پر بھاری تالا پڑا تھا۔ کوٹھڑی کے احاطے کے باہر بھی دو سپاہی بندوقیں اُٹھائے پہرہ دے رہے تھے۔ بہرام قاتل نے قیدیوں والا لباس پہن رکھا تھا اور اُس کے پاؤں میں بیڑیاں پڑی تھیں۔ جیل کی اونچی دیوار کے چاروں کونوں پر روشنیاں ہو رہی تھیں۔ کوٹھڑی کے آگے برآمدے

میں بھی بلب روشن تھا۔ جیل کے دونوں بڑے دروازے بند تھے اور باہر پہرے دار ڈیوٹی پر کھڑے تھے۔

مگر لاش جیل کی پچھلی دیوار کی طرف سے آئی تھی۔ اُس طرف اندھیرا تھا۔ چاروں طرف موت جیسا سنّاٹا چھایا تھا۔

خلائی لاش جیل کی مضبُوط اور پُختہ دیوار کے پاس آ کر رُک گئی۔ پھر لاش کا بازو دیوار کی طرف بڑھا۔ اس نے زور سے اپنا بھاری ہاتھ دیوار پر مارا۔ دیوار کی ایک اینٹ اُکھڑ گئی۔ دوسری ضرب پر اینٹ نیچے گر پڑی۔ خلائی لاش نے اپنی خلائی طاقت کو کام میں لاتے ہوئے جیل کی مضبُوط دیوار میں ایک شگاف ڈال دیا اور پھر اس میں سے گزر کر پھانسی کی کوٹھڑی کی طرف بڑھی۔ کھوپڑی میں لگی کمپیوٹر ڈسک بہرام قاتل کی طرف اس کی رہنمائی کر رہی تھی۔ لاش ایک کوارٹر کے پیچھے سے بے آواز قدموں سے چلتی گزر

گئی۔

لاش رُک گئی۔ اُسے دو انسانوں کی باتیں کرنے کی آواز سُنائی دی تھی۔ لاش نے اپنا ساکت چہرہ اُٹھا کہ اس طرف دیکھا جدھر سے باتیں کرنے کی آواز آئی تھی۔ تھوڑی دُور پھانسی کی کوٹھڑی کے احاطے کے اندر اور باہر اور احاطے کے چھوٹے آہنی دروازے کے اوپر روشنی ہو رہی تھی۔ اس روشنی میں لاش کو دو پہرے دار سپاہی نظر آئے جو آہنی جنگلے والے دروازے کے پاس کھڑے باتیں کر رہے تھے۔ لاش آگے بڑھتے بڑھتے ٹھٹک گئی۔ ایک پل کے لیے جیسے لاش نے کُچھ سوچا اور پھر گھوم کر احاطے کی دوسری طرف اندھیرے میں چل پڑی۔

دونوں پہرے دار آپس میں باتیں کر رہے تھے۔ ایک کہہ رہا تھا:

"کل اِسی وقت بہرام کو پھانسی کے تختے کی طرف لے جایا جائے گا۔"

دوسرا سپاہی بولا :

"اب اس کے بچنے کی کوئی اُمّید نہیں۔"

پہلے والا سپاہی کُچھ کہنے ہی والا تھا کہ ایک دم سے ٹھٹھک گیا اور اُس نے دیوار کی طرف مُڑ کر دیکھا جِدھر اندھیرا تھا۔ دوسرے سپاہی نے پوچھا :

"کیا بات ہے ؟"

اس کے ساتھی نے کہا :

"کسی کے قدموں کی آواز سُنائی دی تھی۔"

اور وہ دیوار کی طرف بڑھا جہاں اندھیرا تھا۔ دوسرا سپاہی احاطے کے جنگلے کے پاس ہی بندوق اٹھائے کھڑا رہا۔ وہ بھی چوکس ہو گیا تھا۔ پہلے والا سپاہی بندوق تانے اندھیرے میں آیا تو اُسے کوئی انسان نظر نہ آیا۔ وہ

واپس مُڑا ہی تھا کہ خلائی لاش نے پیچھے سے اُس کی گردن کو اپنے فولادی پنجے میں جکڑ کر پوری طاقت سے دبا دیا۔ خلائی لاش نے ضرورت سے زیادہ طاقت خرچ کر دی تھی۔ پہرے دار سپاہی کی گردن اُس کے جسم سے الگ ہو کر لاش کے ہاتھ میں ہی پڑی رہ گئی اور اُس کا مُردہ دھڑ گر پڑا۔ اس کی آواز دوسرے سپاہی کو آتی تو اُس نے پوچھا :

"کیا بات ہے نادر؟ کیا کر رہے ہو اُدھر؟"

خلائی لاش نے مُردہ سپاہی کے دھڑ کو پیچھے کھینچ لیا تھا۔ دوسرے سپاہی کو جب اپنے ساتھی کا کوئی جواب نہ ملا تو وہ بھی بندوق لیے اندھیرے کی طرف آگیا۔

"کہاں چلے گئے ہو۔ تُم بولتے کیوں۔۔۔"

اُس کا جملہ پورا نہیں ہوا تھا کہ اُس کی گردن پر کسی کا پتھرّ جیسا ہاتھ پڑا اور پھر اُس کی آنکھوں کے آگے نیلا کالا اندھیرا چھا گیا۔ خلائی لاش نے دوسرے پہرے دار کی گردن بھی اُس کے دھڑ سے الگ کر دی تھی۔ اِس کام سے فارغ ہو کر لاش کسی مشینی روبوٹ کی طرح چلتی پھانسی کی کوٹھڑی کے احاطے کے جنگلے کے پاس آ کر رُک گئی۔ لاش نے دیکھا کہ کوٹھڑی کے برآمدے میں بھی ایک سپاہی پہرہ دے رہا تھا۔ اُس سپاہی نے بھی اپنے دونوں ساتھیوں کی آوازیں سُنی تھیں۔ اُس نے جب دیکھا کہ کسی سپاہی کی آواز نہیں آ رہی تو وہیں سے بولا:

"ارے تُم دونوں کدھر چلے گئے ہو؟"

اور وہ آہستہ آہستہ چلتا جنگلے کے پاس آ گیا۔ لاش اُسے آتا دیکھ کر بڑی مکّاری سے پیچھے ہٹ گئی تھی۔ سپاہی کو جب باہر دونوں پہرے داروں

میں سے ایک بھی دکھائی نہ دیا تو اُس نے آواز دی۔

"کہاں ہو بھئی تُم دونوں؟ یہاں ڈیوٹی کون دے گا؟"

خلائی لاش اندھیرے میں دیوار کے ساتھ لگی کھڑی تھی۔ سپاہی کو جب کوئی جواب نہ ملا تو وہ کُچھ پریشان سا ہوا۔ جلدی سے اُس نے احاطے کا جنگلا کھولا اور باہر آ کر اِدھر اُدھر دیکھنے لگا۔ ساتھ ہی ساتھ وہ پہرے داروں کو آوازیں بھی دے رہا تھا۔ خلائی لاش نے اپنے حلق سے گڑگڑاہٹ کی دھیمی آواز نکالی۔ یہ آواز سُنتے ہی سپاہی اُس کی طرف بڑھا۔

"کیا بات ہے میاں خان؟"

اچانک خلائی لاش نے اُس کی گردن پر اپنا ہاتھ زور سے مارا۔ بندوق دُور جا گِری اور اُس کی گردن کی ہڈّی چار جگہوں سے چُورا ہو گئی۔ وہ کٹے ہوئے

درخت کی طرح زمین پر گر پڑا۔

خلائی لاش اُس کے مُردہ جسم کے اوپر سے گزر کر پھانسی کی کوٹھڑی کے احاطے میں آ گئی۔ بہرام قاتل کی آنکھیں بند تھیں اور فرش پر دو زانو بیٹھا اللہ کو یاد کر رہا تھا۔ کوٹھری کے آگے کوئی دروازہ نہیں تھا بلکہ لوہے کا جنگلے لگا تھا۔ جنگلے پر بھاری تالا پڑا تھا۔ لاش قدم قدم چلتی جنگلے کے پاس آ کر کھڑی ہو گئی۔ وہ برام قاتل کو اپنی پتھرائی ہوئی آنکھوں سے گھور رہی تھی۔ یہی اُس کا شکار تھا۔ وہ اِسی کو اغوا کرنے کے لیے وہاں آئی تھی۔

بہرام قاتل نے قدموں کی آواز سُنی تھی مگر وہ یہی سمجھا کہ پہرے دار احاطے کے برآمدے میں چل پھر کر پہرہ دے رہا ہے۔ وہی جنگلے کے پاس آ کر رُک گیا ہو گا۔ وہ آنکھیں بند کیے اللہ سے اپنے گناہوں کی معافی مانگتا رہا۔ اِس سے پہلے بہرام قاتل نے احاطے میں پہرے داروں کی کُچھ

آوازیں سُنی تھیں۔ مگراُس نے کوئی خیال نہیں کیا تھا۔ رات کے وقت وہ آپس میں اِس طرح باتیں کرتے ہی رہتے تھے۔ اچانک اُسے ایسی آواز سُنائی دی جیسے کوئی عفریت کوٹھڑی کے جنگلے کے ساتھ مُنہ لگا کر سائنس لے رہا ہو۔

بہرام قاتل نے آنکھیں کھول کر دیکھا۔ احاطے کی روشنی میں اُسے ایک زندہ لاش آہنی جنگلے کے ساتھ لگی نظر آئی۔ لاش بالکل سیدھی کھڑی تھی۔ پھر اُس لاش نے ہاتھ ڈال کر جنگلے کا مضبُوط تالا توڑ مروڑ کر رکھ دیا۔ اور اندر داخل ہو گئی۔